جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

نگران

حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہ امین عام جامعہ ہذا

مدیر مسئول

حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مدظلہ ناظم جامعہ ہذا

مدیر تحریر

مولانا عبد اللہ خالد قاسمی خیر آبادی

جلد ۲۵

شمارہ ۹

ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

دسمبر ۲۰۱۹ء

مجلس ادارت

- مولانا محمد ساجد حسن صاحب مظاہری
- مولانا محمد خالد سعید صاحب اعظمی
- مولانا مفتی شعیب احمد صاحب بستوی
- مولانا مفتی بشیر احمد صاحب سہارنپوری

موبائل فون نمبر 8923235542

زر تعاون

فی شمارہ	۱۵/روپے
سالانہ زر تعاون	۱۵۰/روپے
بیرون ملک سالانہ	۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE

SAHARANPUR 247001 (U.P.) INDIA

Ph: 0132-2655542

Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

مقالات و مضامین

دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

ہندوستان کی عدالتِ عالیہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بعد اجودھیا میں بابری مسجد کی جگہ پر مندر کے تعمیر کی راہ ہموار ہوتی نظر آرہی ہے، مسلمانوں کے دل اس غیر متوقع اور مایوس کن فیصلہ سے مغموم اور صدمہ انگیز ہیں، لیکن اس کے باوجود اس موقع پر ملت اسلامیہ ہندیہ نے عدالت عالیہ کا احترام کیا اور جس صبر وتحمل اور برداشت کا ثبوت دیا وہ ان کی امن پسندی، قانون کے احترام، ملک میں امن وسلامتی کی بحالی کے تئیں صبر ودانشمندی کی بہترین مثال ہے، ہندوستانی مسلمانوں نے پوری دنیا کو یہ آئینہ دکھایا ہے کہ مسلمان امن وسلامتی اور محبت وشانتی کے داعی اور علمبردار ہیں۔

یہ فیصلہ قانون وانصاف کے کن اصولوں پر ہوا ہے، اس کے کیا قانونی داؤ پیچ ہیں، فیصلہ کتنا صحیح اور کتنا غلط ہے، یہ مستقل ایک بحث کا موضوع ہے جس پر کوئی گفتگو یہاں غیر مناسب اور ہمارے موضوع سے الگ ہے، اس وقت ہمارا موضوع تو صرف یہ ہے کہ ایک مسجد مسلمانوں سے چھن گئی، جس کی وجہ سے ہم سب کے دلوں پر چوٹ لگی ہے، مسلمانوں کے لئے بہت بڑے خسارے کی بات ہے، ایک مسلمان ہونے کے ناطے ’’ہر خیر وشر اللہ کی جانب سے ہے‘‘ اس بات پر ہمارا یقین کامل اور پختہ ایمان ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ’’زمین وآسمان میں فساد اور ناگوار باتیں انسانوں کے اپنے کرتوت کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں‘‘ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی حق اور اٹل ہے۔ ایسے مواقع پر اہل ایمان کا شیوہ یہ ہونا چاہئے کہ ناگوار اور تکلیف دہ حالات پیش آنے کے بعد خلوصِ قلب کے ساتھ اللہ کے حضور رُجوع کیا

جائے ، اسلام کے بنیادی فرائض واحکام کی بجا آوری میں مستعدی ہو، ایک مسجد کھوئی ہے، تو اس کے عوض میں بہت سی وہ مسجدیں جو عین مسلمانوں کی آبادیوں کے درمیان رہ کر نمازیوں کو ترس رہی ہیں ، آباد کی جائیں ، کسب مال میں حلال وحرام کے درمیان رہ کر امتیازی نشان کھینچ دیا جائے ،حرام کے دروازے بند کردئے جائیں ، اور حلال پر اکتفا کیا جائے ،مختلف نجی اور اجتماعی تقریبات میں اسرافِ بے جا سے احتراز کیا جائے۔

امت اسلامیہ ہندیہ پر ایک ایسی ہی افتاد کے موقع پر اللہ کے ایک ولی حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ نے بڑے سوز کے ساتھ کہا تھا کہ:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان حوادث وآفات کے بعد ہمارا معاشرہ زوال اور گراوٹ کی طرف کچھ اور تیز رفتاری سے بڑھ رہا ہے، اسلام کے بنیادی فرائض کا یہ حال ہے کہ مسجدوں میں چند لوگ نماز ادا کررہے ہیں ، اور ٹھیک اسی وقت اسی مسجد کے آس پاس بلکہ سامنے بہت سے لوگ بیٹھے گپیں ہانک رہے ہیں ، لڑ رہے ہیں ، جھگڑ رہے ہیں ، جس آبادی میں آپ جائیں یہ مکروہ منظر دیکھ سکتے ہیں ، نماز کا ادا کرنا تو ایک طرف رہا ، جماعت اور مسجد کا احترام بھی قلوب سے رخصت ہوچکا ہے ، خود نہیں پڑھتے تو شرمندہ ہوتے ، سرنگوں رہتے ، شور وشغب نہ کرتے ، مگر یہاں تو معاملہ برعکس ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے : **کل امتی معافی الا المجاهرين** (بخاری شریف) ساری امت درگذر کی مستحق ہے ، سوائے ان کے جو علی الاعلان مبتلائے معصیت ہوتے ہیں۔ غور کیجئے ، علانیہ فسق وفجور کا ارتکاب کرنے والے بلکہ اس پر فخر کرنے والے ، ہمارے معاشرے میں کس بہتات کے ساتھ ہیں ،

اسی پر دوسرے معاملات کو بھی قیاس کرلیجئے ، ہم کو کہاں ہونا تھا اور ہم کہاں ہیں؟ اب سے پلٹنے کی ضرورت ہے ، کتاب وسنت کا علم حاصل کریں ، اور اللہ ورسول کو خوشنودی کو قبلۂ توجہ بنائیں ، خدا کو راضی کرنے کے لئے ساری دنیا ناراض ہوجائے تو پروا نہیں ،

اور خدا کو ناراض کر کے ساری دنیا راضی رہے تو بجز ضرر کے نفع کچھ نہیں۔ فَھَلْ مِنْ مُدَّکِر

ملک کے موجودہ حالات میں وہی تدابیر اپنانی ہوں گی جو اسلام کے اولین دور میں رسولِ رحمت ورأفت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنائی تھیں کہ صرف اور صرف قرآن وسنت سے اپنا رشتہ مضبوط و مستحکم کریں، صبر وضبط اور تحمل و بردباری سے کام لیں، إن تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئاً، (اگر تم صبر واستقامت سے کام لو، اور تقوی اختیار کرو تو دشمن کی تدبیریں تمھیں نقصان نہ پہونچا سکیں گی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں اپنائی گئی حکمت عملی کی روشنی میں مسلمانوں کو اپنی منزل تلاش کرنی ہوگی، مسلمانوں کی اصل روح قرآن پاک ہے، اقوام عالم کی مجال نہیں کہ اس روح کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو دبا سکیں، کیونکہ ''حق غالب ہی ہوتا ہے مغلوب کبھی نہیں ہوتا'' کا اصول طے ہے، لیکن جب ہمارا اعتقادی اور عملی رشتہ ہی ''حق'' سے ٹوٹ جائے تو ''حق'' کو ملنے والی سر بلندی کے ہم کیوں کر مستحق ٹھہریں گے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے عمل و کردار کی پوری قوت کے ساتھ زندگی گذاریں، دنیا کی کوئی طاقت دبانا تو درکنار آنکھ اٹھا کر دیکھنے میں بھی خوف محسوس کرے گی اور یہ قوت اور یہ طاقت صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کو عمل میں لا کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

کیسا عجیب المیہ ہے کہ دشمن تو ہمیں مسلمان کہتے ہیں، ہمیں ایک مانتے ہیں خواہ ہم کسی مسلک و مکتبہ فکر کے ہوں، لیکن ہم ہی اپنی علیحدہ شناخت چاہتے ہیں، ہم نے غور وفکر کرنا چھوڑ دیا، دین کو ہم نے محض ظاہری رسوم و قیود تک محدود کر دیا، دین کے تئیں ہمارا جذبۂ عشق سرد پڑ گیا، آئیے اس بات کا عہد کریں کہ دین کی حقیقی روح تک پہنچے کی کوشش کی جائے، محبت وخلوص کے بغیر نہ تو اتحاد واتفاق پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی اللہ کی نصرت وحمایت حاصل ہو سکتی ہے، خدائی فرمان ''وأنتم الأعلون إن کنتم مؤمنین''، کہ سر بلندیاں اور عزت و

افتخار اسلام اوراس کے احکام کی مکمل پاسداری ہی میں ہے"۔

اسلام کے اولین دور میں جس طرح حضراتِ صحابہ کرام نے قرآن اور دینی احکام کو اپنا سب کچھ بنالیا تھا، گفتار کے غازی ہونے کے ساتھ ساتھ کردار وعمل کے بھی دھنی تھے، ہر شعبۂ حیات میں ان کے پیش نظر اسلام اوراس کی منشاء رہا کرتی تھی، اسی لئے اتحاد واتفاق کی بہاروں سے پورے ماحول کی فضا معطر تھی، انسانیت کوترقی اور معاشرہ کوعروج مل رہا تھا، آج بھی اگر ہم اخلاص کے ساتھ دین پر عمل کرنے والے بن جائیں تومسلمانوں کا براچاہنے والے اپنے منھ کی کھائیں گےاورناکام ونامراد ہوں گے۔

ہندوستان کےموجودہ حالات میں ملک دشمن عناصر کا جواب دینے کے لئے مسلمانوں میں تعلیمی بیداری اور دینی شعور کا پیدا ہونا بھی انتہائی اہم اورضروری ہے، اس لئے کہ تعلیم ایک خاموش انقلاب لاتی ہے، مسلم طلبہ وطالبات کو نہ صرف صحیح خطوط پر تعلیم دی جائے بلکہ ان کی تربیت بھی کی جائے ،یعنی تعمیر سیرت اور کردار سازی اس کا لازمی حصہ اورنتیجہ ہو، اس سے خوداپنی زندگی میں اسلامی تعلیمات پرعمل کرنے والے ہوں گےاوراپنے عمل وکردار سے دوسروں کے لئے راہ عمل متعین کریں گےاس طرح سے مسلمانوں کے بہت سے الجھے مسائل ازخود سلجھتے چلے جائیں گےاور دشمنان اسلام اپنی سازشوں اورمنصوبہ بندیوں میں ان شاءاللہ ناکام ہونگے۔

طابع وناشروایڈیٹر(مولانا) محمدسلمان (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور نے
سہارنپورالیکٹرک پریس سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہرعلوم سہارنپور سے شائع کیا

درسِ قرآن

نعمت سے محرومی، گناہ کا اثر

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری استاذ حدیث وتفسیر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

وَ كَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ فَآتَاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔

اور کتنے ہی نبی مقتول ہوئے حالانکہ ان کے ساتھ بڑی بڑی جماعتیں تھیں، راہِ خدا میں جو تکلیفیں انہیں پہونچیں ان کی وجہ سے نہ تو انہوں نے ہمت ہاری، نہ سست ہوئے، نہ دبے، اللہ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے، ان کی زبان سے بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہ نکلا: کہ اے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری زیادتی کو معاف فرما! اور ہمیں ثبات قدمی عطا فرما، اور کافروں کے مقابلہ میں غلبہ عطا فرما۔

شانِ نزول: غزوۂ احد میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ مبارک زخمی ہوا اور دندان مبارک شہید ہوئے، اس وقت دشمن (ابن قمیئہ) نے یہ خبر اڑادی کہ (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کردئے گئے، جنگ کا پانسہ پلٹجانے سے مسلمانوں میں پہلے ہی انتشار تھا، اس خبر سے اور بدحواسی طاری ہوگئی، بعض نے کہا کہ جب آپ ہی اس دنیا میں نہیں رہے، تو ہم رہ کر کیا کریں گے، بعض نے کہا کہ جب آپ ہی نہیں رہے تو پہلا ہی دین کیوں نہ اختیار کرلیا جائے، بعض ہمت ہار بیٹھے اور بزدلی کی باتیں کرنے لگے کہ چلو! کفار کی خوشامد کرکے ان کی پناہ لے لو اور ان سے امن حاصل کرلو،---------- کم ہمتی، بزدلی کے اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ سابقہ امتوں نے تو اپنے نبی کے قتل کے باوجود

ہمت نہیں ہاری، تم صرف نبی کے قتل کی خبر سے ہی ہمت ہار بیٹھے۔(أخبرهم عما كان مِن فعل كثير من أتباع الأنبياء قبلهم، وقال لهم: هلا فعلتم كما كان أهل الفضل والعلم من أتباع الأنبياء قبلكم يفعلونه إذا قتل نبيهم، من المضي على منهاج نبيهم، فتح القدير)

تشریح وتوضیح: ابن کثیر، نافع، ابوعمرو، یعقوبؒ کی قراءت قُتِلَ ضمہ کے ساتھ ہے، (قَرَأَ نَافِعٌ، وَابْنُ كَثِيرٍ وَأَبُو عَمْرٍو، وَيَعْقُوبُ، قُتِلَ عَلَى الْبِنَاءِ لِلْمَجْهُولِ وَهِيَ قِرَاءَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَاخْتَارَهَا أَبُو حَاتِمٍ) اب آیت کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ ان آیات میں مسلمانوں کو تسلی ہے کہ پہلی امتوں کے دین دار لوگ بھی جان، مال اور دین کا بڑا نقصان اٹھا چکے ہیں حتی کہ نبی جو امت کا بہترین فرد اور سراپا خیر وبرکت ہوتا ہے، کبھی کبھی تو امت کو اس کی رفاقت سے بھی محروم ہونا پڑا اور نبی شہید ہو گئے (لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ مِنَ الْجِرَاحِ وَقَتْلِ أَنْبِيَائِهِمْ جلالین، وان انکرہ سعید بن جبیر) انبیاء کی شہادت جیسی بڑی مصیبت وخبر بھی ان کے قدم نہ ڈگمگا سکی، قدم تو کیا ڈگمگاتے، لڑکھڑاتے، زبان بھی نہ لڑکھڑائی، نہ تو وہ خوفِ دشمن سے مرعوب وکم ہمت ہوئے، نہ زبان سے دشمن کی چاپلوسی وخوشامد کی باتیں کیں، بلکہ ڈٹ کر رہے، جم کر لڑے، اور مخلوق کی طرف جھکنے کے بجائے خالق کی طرف جھکے، اور نبی جیسی عظیم نعمت کے چھن جانے کو اپنے گناہوں کی نحوست سمجھ کر (إيذانًا بِأَنَّ مَا أَصَابَهُمْ لِسُوءِ فِعْلِهِمْ، جلالین) بارگاہ الٰہی میں گناہوں کی معافی کی درخواست کرتے نظر آئے اور دشمن کے مقابلہ میں فتح ونصرت مانگتے رہے، اس اعترافِ قصور اور دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے ان کو فتح کی شکل میں، دنیوی بدلہ بھی عطا فرمایا اور ثواب وجنت کی شکل میں، اخروی بدلہ بھی عطا فرمایا۔

پیغام: عبادت گاہ کا بصورت مسجد میسر آنا اللہ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے، کیونکہ اسلام میں مسجد صرف عبادت خانہ نہیں ہوتی جہاں لوگ چوبیس گھنٹے میں پانچ مرتبہ جائیں اور نماز ادا کر کے واپس آجائیں، بلکہ مسجد شعائر اللہ میں داخل ہے، دین ومذہب کی نشانی ہے اور اسلام میں مسجد کا وہی مقام ہے جو جسمِ انسانی میں دل کا، یہی وجہ ہے کہ مسلمان

جہاں بھی جاتے ہیں وہ اپنے گھر سے پہلے خانۂ خدا کی تعمیر کرتے ہیں مگر کتنے ہی محلے، علاقے ایسے نظر آئیں گے کہ وہاں مسلم آبادی تو ہے مگر وہ مسجد جیسی نعمت عظمی سے محروم ہیں اور اگر کسی علاقہ میں مسجد تو تھی مگر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گئی تو اس کو مسلمانوں کی شامت اعمال ہی کہا جاسکتا ہے۔

بابری مسجد، ظہیر الدین بابر کے حکم سے میر باقیؒ نے ۱۵۲۷ء میں ریاست اتر پردیش کے ضلع فیض آباد کے ایک چھوٹے سے قصبہ اجودھیا میں تعمیر کی تھی۔

۱۹۴۹ء میں مسجد کے اندر رام کی مورتی رکھ کر سازش کے تحت مسجد بند کرادی گئی۔

مسجد سے محروم ہوجانے والے سلسلہ وار مراحل میں سے یہ پہلا مرحلہ تھا، اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ یہ، نہ رکنے والا ایک سلسلہ تھا۔

۱۹۸۴ء میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے سابق صدر ایل کے اڈوانی نے سخت گیر ہندو تنظیموں، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل، شیو سینا کے ساتھ مل کر رام مندر کی تعمیر کے لئے تحریک چلائی۔

۱۹۸۶ء میں ضلعی عدالت کی جانب سے ہندوؤں کو مسجد کے مقام پر پوجا پاٹ کی اجازت دی گئی۔

۶ ؍دسمبر ۱۹۹۲ء میں وشو ہندو پریشد، اور بی جے پی کے غنڈوں نے بابری مسجد کو چند گھنٹوں میں شہید کر دیا۔ فیا اسفیٰ! جس کے نتیجہ میں ہندوستان بھر میں فسادات بھڑک اٹھے اور قریب تین ہزار افراد کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

۶ دسمبر زلزلہ تھا، یا قیامت کی گھڑی		آسماں کی پیٹھ، دھرتی کا کلیجہ پھٹ گیا

مسلمانوں کے مسجد سے محرومی کے سلسلہ وار مراحل میں سے یہ دوسرا بڑا مرحلہ تھا۔

بابری مسجد کی شہادت صرف ایک عمارت کا انہدام نہیں تھا بلکہ طاقت و اکثریت کے بل پر، جمہوریت ہی منہدم ہوگئی تھی، بالفاظ دیگر اس دن ساری بساط سیاست ہی الٹ گئی تھی۔

اکتوبر ۲۰۱۰ء میں ریاستی ہائی کورٹ، الہ آباد نے اپنے عدالتی فیصلے میں مسجد کی کل زمین کا دو تہائی حصہ، دو ہندو فریقوں کو دیا اور ایک تہائی حصہ پر مسجد کی تعمیر کی گنجائش رکھی۔

ہائی کورٹ کے مذکورہ فیصلہ کے باوجود دنیوی اعتبار سے، امید کی آخری کرن، عدالت عالیہ، سپریم کورٹ کی شکل میں باقی تھی۔

امت مسلمہ کے پاس کافی شافی ، شواہد وثبوت موجود تھے اور عدالت عالیہ کے غیر جانبدار جسٹس حضرات کے سابقہ فیصلوں کی روشنی میں مسلمان یہ امید لگا ہوئے تھے کہ فیصلہ بابری مسجد کے حق میں ہی آئے گا، اور عدالت عالیہ کے سابقہ دیگر منصفانہ فیصلوں کی وجہ سے مسلمان یہ سب کچھ سمجھنے میں حق بجانب بھی تھے، آخر یہ سپریم کورٹ ہی تو تھا جس کے فاضل ججوں نے شاہ بانو کیس کا فیصلہ منصفانہ وشریعت کے مطابق کیا تھا۔

فیصلے کی گھڑی آپہونچی بالآخر ۹ رنومبر ۲۰۱۹ ءکوسپریم کورٹ کی آئینی بینچ نے ، مسلمانوں کے شواہد وثبوت کو تسلیم کرنے کے باوجود فیصلہ، رام مندر کے حق میں دیا، مسلمانوں کے ہاتھ سے مسجد نکل جانے کا یہ تیسرا سب سے بڑا مرحلہ تھا کیونکہ مسلمان اب قانونی اعتبار سے بھی مقدمہ ہار چکے تھے، صرف مقدمہ ہی نہیں ہارے ، ارمان بھی چکنا چور ہو گئے تھے، جگر ٹکڑے ٹکڑے، کلیجے منہ کو آرہے تھے، اللہ کی سرزمین کو ایک بار پھر اپنے سجدوں سے آباد کرنے کے خواب تھے جو بکھر چکے تھے۔ میں ظلوم وجہول بندہ، حقیر سراپا تقصیر، اپنے دلی جذبات، قلبی احساسات کی ترجمانی کے لئے زکریا شاؔذ کا یہ شعر مستعار لیتا ہوں

اے گردشِ ایام! مجھے رنج بہت ہے	کچھ خواب تھے ایسے، جو بکھرنے کے نہیں تھے

اس فیصلے سے بے شک ان سب کو ہی بے حد تکلیف ہوئی جو انصاف کی تکمیل یعنی اسی جگہ مسجد کی بحالی چاہتے تھے، جہاں قریب پانچ صدی تک مسجد رہی تھی۔

اب تک مسلمان یہ سمجھے ہوئے تھے کہ خدانخواستہ حکومت کی طرف سے اگر کوئی زیادتی سامنے آئے تو عدالت کا رخ کیا جا سکتا ہے، مگر اس فیصلہ سے جو گہرا زخم لگا ہے، اس کو بھرنے میں برسوں لگیں گے، اور مستقبل کے موہوم خطرات واندیشے الگ۔

سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کے تجزیے اپنی اپنی معلومات کے مطابق لوگ الگ

الگ انداز سے کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

قرآن کریم ہر زمانہ کی کتاب ہے اور ہر پیش آمدہ واقعہ کے لئے عبرت وموعظت کا سامان بھی فراہم کرتا ہے اس بحر ناپیدا کنار کے غواص اپنی دانش وبینش کے مطابق، اس سے درس عبرت نکال ہی لیتے ہیں۔

مذکورہ آیت شریفہ میں یہ بتایا گیا کہ سابقہ امتوں نے اپنے نبی کی شہادت کے واقعہ کو اپنا قصور سمجھا کہ اتنی بڑی نعمت ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہم سے چھین لی گئی، اس اعتراف قصور کے بعد، زبان سے تو انہوں نے گذشتہ گناہوں کی معافی کی درخواست کی اور عملی طور پر خود کو نبوی رنگ میں رنگ لیا اور دشمن کے مقابلہ پر ڈٹ گئے۔

مسلمانان ہند بھی بابری مسجد کی شہادت اور بتدریج ہاتھ سے نکل جانے اور آخری فیصلہ کو اپنے گناہوں کی نحوست سمجھیں۔

کسی نعمت سے محرومی خود کے گنہ گار ہونے کا پتہ دیتی ہے، جب کسی بندہ سے خدا ناراض ہوتے ہیں تو اس کو ذکر وتلاوت سے محروم کردیتے ہیں اور جب ناراضگی زیادہ ہوتی ہے تو ایمان سے بھی محروم کردیتے ہیں، تو کیا مرحلہ وار بابری مسجد سے محرومی، اللہ تعالی کے فیصلوں کے بغیر ہوسکتی ہے؟ کیا اس کی ناراضگی کا مظہر نہیں ہے؟ کیا امت مسلمہ بابری مسجد کے قانونی طور پر بھی ہاتھ سے نکل جانے کو غیروں کی عیاری مکاری کا پردہ ڈال کر خود بری ہوجائے گی؟ نہیں! بلکہ سابقہ امتوں کی طرح یہ امت بھی اس واقعہ کو اپنے گناہوں کی شامت قرار دے کر گناہوں سے توبہ کرے اور خود کو نبوی رنگ میں رنگ لے، نبی کے اتباع کی برکت سے اللہ تعالی کتنی بند پڑی مساجد کو واگزار کرادیں گے۔ اور کتنی ہی بار تو اس امت کو صنم خانہ سے پاسباں بھی مل چکے ہیں۔

ہیں عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

اس شر کے پردے سے بھی خیر کا ظہور ہوسکتا ہے۔

انوارحدیث

گذشتہ سے پیوستہ

جواللہ اور یوم آخرت پرایمان رکھتا ہے.........

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری استاذ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور

ہم نشین کے اکرام کا حکم:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :"من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فَلْیُکْرِمْ جَلِیْسَہ" السلمی عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (جامع الأحادیث للسیوطی ۷/۳۵۵ حدیث ۲۲۹۰۶)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان ہے اسے اپنے ہم نشین کا اکرام کرنا چاہئے۔

اس حدیث شریف کو حافظ سیوطیؒ نے "جامع الاحادیث" میں سلمی کے حوالہ سے نقل کیا ہے، یہ ابوعبدالرحمن محمد بن حسین سلمی نیشاپوری متوفی ۴۱۲ھ ہیں جو "سنن الصوفیۃ" اور "طبقات الصوفیۃ" وغیرہ متعدد مشہور ومقبول کتابوں کے مؤلف ہیں، آپ امام حافظ محدث اوکبار صوفیہ میں سے تھے، حافظ ذہبی آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: **"الإمام الحافظ المحدث شیخ خراسان وکبیر الصوفیۃ، أبوعبدالرحمن النیسابوري الصوفي، صاحب التصانیف، وکانت تصانیفہ مقبولۃ"** (سیر أعلام النبلاء ۱۷/۲۴۷)

حافظ سلمی نے اس حدیث کو "**فیکرم جلیسہ**" کے لفظ کے ساتھ نقل کیا ہے، جب کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے ہی "**فلیکرم جارہ**" کے الفاظ مروی ہیں جس کی تشریح تفصیل کے ساتھ پہلے ایک مضمون میں آچکی ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں مومنین کو جلیس کے اکرام کا حکم دیا گیا ہے، جلیس: ہم نشین،

ساتھ بیٹھنے والے اور مجلس میں آنے والے کو کہا جاتا ہے، اور جلیس کا لفظ اپنے عموم کے اعتبار سے گھر، مسجد، مدرسہ، اسکول، کالج اور سفر میں سواری وغیرہ میں ساتھ بیٹھنے والے کو بھی شامل ہے، لہٰذا اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان اس بات کا مامور ہے کہ جب اس کے یہاں کوئی آئے اور اس کے پاس بیٹھے اور اس کی مجلس میں شریک ہو، یا کہیں بھی ساتھ بیٹھنے کا موقع ہو تو اس ساتھی کا اکرام کرے اور اس کے مرتبہ کے لحاظ سے اس کو عزت دے اور نرمی، محبت اور خوش خلقی کے ساتھ پیش آئے اور یہی سنت نبوی ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہونے والا ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اسی سے محبت فرماتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہر ایک کے ساتھ تھا خواہ وہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ: أن رجلاً استأذَنَ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رآہ قال بِئْسَ أخو العَشِیرۃِ وبئس ابنُ العشیرۃ فلما جَلَسَ تَطَلَّقَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی وجھہ وانْبَسَطَ إلیہ فلما انطَلَقَ الرجلُ قالت لہ عائشۃ یارسول اللہ حین رأیتَ الرجلَ قلتَ لہ کذا وکذا ثم تَطَلَّقْتَ فی وجھہ وانبسطتَّ إلیہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاعائشۃ متی عاھَدْتِنی فحاشاً إن شرَّ الناسِ عند اللہ منزلۃً یوم القیامۃ من ترکہ الناسُ اتقاءَ شرِّہ۔ (البخاری ۲/۸۹۱، مسلم ۲/۳۲۲)

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو فرمایا کہ قبیلہ وخاندان کا کیسا برا افراد اور برا فرزند ہے، پھر جب وہ آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے شگفتگی اور بشاشت کا اظہار فرمایا اور خوشی سے ملے، پھر جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول جب آپ نے اس آدمی کو دیکھا تھا تو اس کے متعلق ایسا ایسا فرمایا تھا پھر بھی اس سے خوشی وبشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اے عائشہ! تم نے مجھے بدزبان کب پایا ہے، بے شک اللہ کے یہاں قیامت کے دن لوگوں میں سب سے برے مرتبہ والا وہ شخص ہوگا جسے لوگوں نے اس کے شر (بدکلامی) سے بچنے کے لئے چھوڑ دیا ہو۔ (بخاری ومسلم)

اورایک دوسری روایت میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: مَرَّ رجلٌ برسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: بئس عبدُاللہ وأخو العشیرۃ، ثم دخل علیہ بعد، فرأیتہ أقْبَلَ علیہ بوجھہ کأن لہ عندہ منزلۃ۔ (المعجم الأوسط ۱/۷۵۴ رقم ۱۶۸۱، مسند أحمد ۶/۸۰)

یعنی ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا برا بندہ اور قبیلے کا برا فرد ہے، پھر اس کے بعد وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف اس طرح مکمل طور پر متوجہ ہیں جیسے آپ کے نزدیک اس کا ایک مقام اور مرتبہ ہے۔

حضرت حسن بن علیؓ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارکہ اور اوصاف وغیرہ سے متعلق ایک طویل روایت ہے جس کا کچھ حصہ انھوں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے اور کچھ حصہ اپنے بھائی حسین کے واسطہ سے اپنے والد حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے، اس روایت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اور مجلس والوں کے ساتھ آپ کے برتاؤ کا تذکرہ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے:

حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا اللہ کے ذکر ہی کے ساتھ ہوتا تھا، اور آپ اپنے بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ متعین نہیں فرماتے تھے اور اس سے دوسروں کو بھی منع فرمایا کرتے تھے، اور جب آپ کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی یعنی مجلس کے کنارے پر ہی بیٹھ جاتے اور اسی بات کا دوسروں کو بھی حکم فرماتے تھے، اور آپ اپنے تمام شرکاءِ مجلس کو (گفتگو، توجہ عزت میں) ان

کا حق اور حصہ دیتے ، یہاں تک کہ آپ کے ساتھ بیٹھنے والے کو یہ گمان ہی نہیں ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی معزز ہے، جو شخص کسی ضرورت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھتا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ رکے رہتے یہاں تک کہ وہ شخص خود ہی جانے میں پہل کرنے والا ہوتا اور جو شخص کسی ضرورت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ضرورت پوری کرکے یا اچھی اور نرم بات (مثلا آئندہ کے لئے وعدہ، یا سفارش ، یا دنیا سے ڈرا کر آخرت کی ترغیب) کے ساتھ لوٹاتے ؛

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وسخا، انبساط اور خوش اخلاقی تمام لوگوں کے لیے عام تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے (شفقت میں) باپ بن گئے، اور وہ لوگ (صحابہ یا آپ کی امت) آپ کے نزدیک حق میں برابر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس بردباری، حیاء، صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی، اس میں آوازیں اونچی نہیں ہوتی تھیں، (شور وشغب نہیں ہوتا تھا) اس میں حرمتوں کو پامال نہیں کیا جاتا تھا، عورتوں پر تہمت نہیں لگائی جاتی تھی، اور ان کا برائی اور بے حیائی کے ساتھ تذکرہ نہیں کیا جاتا تھا، اور مجلس میں کسی سے کوئی غلطی اور لغزش ہوجاتی تو اسے پھیلایا اور مشہور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اس کی پردہ پوشی کی جاتی تھی، مجلس کے سب شرکاء برابر تھے، تقوی کے ذریعہ ان کو اایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی، وہ تواضع کرنے والے تھے، وہ مجلس میں (عمر اور علم میں) بڑے کا احترام کرتے اور چھوٹے پر شفقت کرتے تھے، وہ ضرورت مندوں کو غیر ضرورت مندوں پر ترجیح دیتے تھے، اور اجنبی مسافر کی رعایت کرتے اور اس کا اکرام کرتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اہل مجلس کے ساتھ طرز کیسا تھا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ متصف رہتے تھے یعنی چہرۂ انور پر تبسم اور بشاشت کا اثر نمایاں ہوتا تھا،

آپ نرم مزاج تھے آپ سخت گو اور سخت دل نہیں تھے، اور نہ چلا کر بولتے تھے، نہ فحش گوئی اور بدکلامی فرماتے تھے، نہ عیب گیر تھے کہ دوسروں کے عیوب پکڑیں، نہ زیادہ مبالغہ سے تعریف کرنے والے تھے، جس چیز کی آپ کو خواہش نہ ہوتی اس سے تغافل اور بے توجہی برتتے اور دوسرے کو اس سے مایوس اور نامراد بھی نہیں کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل علیحدہ فرما رکھا تھا جھگڑے سے، تکبر سے اور بے کار بات سے، اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا نہ کسی کی مذمت فرماتے تھے، نہ عار دلاتے تھے اور نہ کسی کے عیب تلاش فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف وہی کلام فرماتے تھے جو باعث اجر وثواب ہو، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا کر بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ ذرا بھی ان میں حرکت نہ ہوتی تھی) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپ ہوجاتے تب وہ حضرات کلام کرتے (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے درمیان میں کوئی شخص نہیں بولتا تھا جو کچھ کہنا ہوتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چپ ہونے کے بعد کہتا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی شخص بات کرتا تو اس کے فارغ ہونے تک سب خاموش رہتے، ہر شخص کی بات (توجہ سے سننے میں) ایسی ہوتی جیسے پہلے شخص کی گفتگو (یعنی بے قدری سے کسی کی بات نہیں سنی جاتی تھی ورنہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ مجلس کی ابتداء میں تو توجہ تام ہوتی ہے اور پھر کچھ دیر ہونے سے اکتانا شروع کردیتے ہیں، اور کچھ بے توجہی سی ہوجایا کرتی ہے) جس بات سے سب ہنستے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے، اور جس سے سب لوگ تعجب کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعجب میں شریک رہتے (یہ نہیں کہ سب سے الگ چپ چاپ بیٹھے رہیں بلکہ معاشرت اور طرز کلام میں شرکاء مجلس کے شریک حال رہتے، اجنبی مسافر آدمی

کی سخت گفتگو اور بے تمیزی کے سوال پر صبر فرماتے (آداب کی رعایت نہ کرنے اور بے جا سوالات کرنے پر گرفت نہ فرمانے کی وجہ سے وہ ہر قسم کا سوال کرلیا کرتے تھے) یہاں تک کہ بعض صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس تک مسافروں کو لایا کرتے تھے (تاکہ ان کے ہر قسم کے سوالات سے خود بھی منتفع ہوں اور ایسی باتیں جن کو ادب کی وجہ سے یہ حضرات خود نہ پوچھ سکتے تھے وہ بھی معلوم ہوجائیں) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی طالب حاجت کو دیکھو تو اس کی رہنمائی کیا کرو، (اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تعریف کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو گوارا نہ فرماتے) البتہ بطور شکریہ اور ادائے احسان کے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکوت فرماتے، (کہ احسان کا شکر اس پر ضروری تھا اس لیے وہ گویا اپنا فرض منصبی ادا کررہا ہے، بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ تعریف حدود کے اندر کرتا تو سکوت فرماتے یعنی حد سے تجاوز کرتا تو روک دیتے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی گفتگو قطع نہ فرماتے تھے کہ دوسرے کی بات کاٹ کر اپنی شروع فرمائیں، البتہ اگر کوئی حد سے تجاوز کرنے لگتا تو اس کو روک دیتے تھے یا مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جاتے تاکہ وہ خود رک جائے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۱۵۸، شمائل ترمذی ص ۲۲، ص ۲۴، خصائل نبوی ص ۹۵، ۴)

یہ تھے ہمارے پیارے نبی کے اعلی اخلاق و کردار جس کا آپ نے اپنی امت کو درس دیا ہے، ہم اور آپ اسی نبی کے امتی اور نام لیوا ہیں، لہٰذا اخلاق و کردار کی ان بلندیوں تک پہونچنے کی کوشش اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیمات، آداب زندگی اور طرز معاشرت کو اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ سچے امتی ہونے کا ثبوت پیش کرسکیں۔

نماز میں دل کیوں نہیں لگتا؟

ڈاکٹر عبدالحئیؒ عارفی نوّر اللہ مرقدہ

ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہا: حضرت! نماز میں دل نہیں لگتا اور دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

یہ بات انہوں نے بڑی حسرت وتاسف کے ساتھ کہی اور یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے، میں نے کہا: آپ سچ کہتے ہیں، یہ بالکل قدرتی بات ہے، ایسا ہی ہونا چاہیے، اس لیے کہ دل تو کہیں اور لگا ہوا ہے، وہاں سے فرصت پائے تو ادھر آئے، دل تو خرافات وتفریحات میں لگا ہوا ہے اور کہتے ہو کہ نماز میں دل نہیں لگتا، دل بدعات میں، منکرات میں، مکروہات میں اور فواحشات میں لگا ہوا ہے اور کہتے ہو کہ نماز میں دل نہیں لگتا، اچھا تم ہی بتاؤ کہ دل آخر کہاں جائے؟ تم جدھر چاہو گے ادھر ہی وہ جائے گا، بھائی! سچ پوچھو تو نقشہ ہماری زندگی کا یہ ہو گیا کہ ع تیرا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں؟

اب دیکھیے نا کہ نماز کی کون پروا کرتا ہے؟ ہر روز پانچ وقت مسجد کے میناروں سے حیّ علی الصلوٰۃ کی ندا بلند ہوتی ہے، لیکن مسلمان کا دل کھیل تماشے میں، سیر وتفریح میں لگا رہتا ہے، وہ دنیا کمانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کی دنیا دراصل دین میں پوشیدہ ہوتی ہے، دنیا کی دل کشی اور رعنائی نے مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ رکھا ہے، پھر جب دل سارا ان ہی باتوں میں لگا رہتا ہے تو پھر نماز میں کیسے لگے گا؟ یہی وجہ ہے کہ نمازیں پھیکی اور بے مزہ ہوتی ہیں، پھر بھی یہ گلہ ہے کہ نماز میں دل نہیں لگتا، یہ عجیب بات ہے، ہمارے معاشرے کا یہ نقشہ بڑا عجیب، بھیانک اور بڑا مایوس کن ہے۔

آپ دیکھیے! شادی بیاہ میں روپیہ پیسا بے دریغ صرف کیا جاتا ہے، خوب صورت شامیانے لگائے جاتے ہیں اور روشنیوں کا ایک سیلاب اُمڈ آتا ہے، جہیز کے سامان کا ایک انبار لگایا جاتا ہے، لذتِ کام ودہن کے لیے بڑا شاندار اہتمام کیا جاتا ہے، لڑکی کے باپ کو کسی اور بات کا ہوش ہی نہیں رہتا، وہ اپنے مہمانوں کی پذیرائی اور تواضع میں غرق رہتا ہے، اس میں اس کا دل بہت لگتا ہے، میں پوچھتا ہوں کہ یہ دل آخر نماز میں کیوں نہیں لگتا؟

اور سنو! موت، زندگی کا بڑا عبرت ناک واقعہ ہے، جو انسان ابھی زندہ تھا، چلتا پھرتا تھا، وہ اب بے حس وحرکت پڑا ہے، روح پرواز کر گئی ہے، جسم مٹی کا ڈھیر بن گیا ہے، ورثاء اسے قبر میں دفن کرتے ہیں، قبر پر چادر چڑھاتے ہیں، تیجہ کرتے ہیں اور چالیسواں کرتے ہیں اور بڑے اہتمام سے زرِ کثیر خرچ کر کے یہ تقریبیں انجام دیتے ہیں اور قبر پر اگربتی جلائی جاتی ہے، ان تمام کاموں میں تو بڑا دل لگتا ہے، لیکن ایک نماز بیچاری ایسی ہے کہ جس کے بارے میں لوگوں کو یہ شکایت رہتی ہے کہ اس میں دل نہیں لگتا۔

بھائی! دل لگاؤ تو دل لگے گا، یہ تو تمہارے بس کی بات ہے، یہ کیا بات ہے کہ ہر جگہ تو دل خوب لگتا ہے، لیکن یہیں نہیں لگتا، بھائی! یہ بات بھی عجیب ہے کہ لوگ یہودیوں اور نصرانیوں کی وضع قطع اختیار کرتے ہیں، ان کی تہذیب، ان کی زبان، ان کی معاشرت اختیار کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں، ایک تو یہ عمل قومی خودداری کے خلاف ہے، بلکہ یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے کہ اپنی معاشرت، اپنی تہذیب چھوڑ کر، ان کی تہذیب اور معاشرت اختیار کی جائے، جو اسلام کے دشمن ہیں، مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں، دوسرے یہ کہ کافر اور مسلم کا کیا جوڑ ہے؟ یہود ونصاریٰ پر تو خدا نے لعنت بھیجی ہے، ایک کو ''مغضوب'' اور دوسرے کو ''ضآلّین'' قرار دیا ہے، پھر یہ عجیب بات ہے کہ خدا کے دشمنوں سے تعلق پیدا کرنا اور ان کی وضع قطع اختیار کرنا مسلمان گوارا کر لیتا ہے، بلکہ اسے اپنا شرف سمجھتا ہے، سوچو کہ کیا یہ بات خدا کے غضب کو

بھڑکانے والی نہیں ہے؟ پھر کیا ایسی باتوں سے دل لگانے والے کا دل نماز میں لگ سکتا ہے؟

اب مسلمان عورتوں کو دیکھو! آج کل فیشن پرستی میں خوب ڈوبی رہتی ہیں، جسے دراصل مغرب پرستی کہنا چاہیے، وہ مغربی تہذیب کی اتنی دل دادہ ہیں کہ انہیں اسلامی شعائر کی ذرا بھی پروا نہیں رہی، سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا صاف صاف حکم موجود ہیں: مسلمان عورتیں اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں، زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے سنگھار نہ دکھاتی پھریں۔

لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ بازاروں اور گذرگاہوں میں اس حال میں پھرتی رہتی ہیں کہ ان کا سینہ، ان کا سر، ان کی پیٹھ، ان کا پیٹ اوران کی کہنیاں بالکل ننگی رہتی ہیں، یہ کس بات کی علامت ہے؟ کیا یہ خدا سے جنگ نہیں؟ پھر ہمارے گھروں میں اسلامی زندگی کا کوئی نمونہ ہی موجود نہیں، حقوق العباد کی طرف سے توجہ بالکل ہٹائی گئی ہے، ماں باپ کی فرماں برداری اب بالکل غیر اسلامی ہے، خاندانوں اور عام گھرانوں میں رنجشوں، تلخیوں، عداوتوں اور رقابتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم رہتا ہے، غیبت سب سے بڑی لعنت ہے، مگر یہ عیب ہر گھر میں نظر آتا ہے، حسد، کینہ، بغض اور بدگوئی کی اسلام نے بڑی مذمت کی ہے اوران رذائلِ اخلاق سے بچنے کا حکم دیا ہے، لیکن یہ عادتیں ہماری عادتِ ثانیہ بن گئی ہیں، آج کل خودستائی کے نت نئے طریقے ایجاد کیے گئے ہیں، جو سراسر اسلام سے انحراف کی علامت ہیں، آج تمام کاموں میں تو لوگوں کا بڑا دل لگتا ہے، جب ان سب سے فرصت ہی نہیں ملتی تو نماز میں کیا دل لگے گا؟

ذرا غور کرو کہ یہ پریشانیاں، یہ بلائیں، یہ مصیبتیں کیوں آتی ہیں؟ وہ گھرانے جو کبھی شادی خانے تھے، اب غم کدے کیوں بن گئے ہیں، شادی میں جو روپیہ پیسہ خرچ کیا تھا، جو تزئین و آرائش کی تھی، جو شان دار دعوتیں کی تھیں، اس شادی کا کیا انجام ہوا، اکثر گھرانوں میں بڑا حسرت ناک اور الم ناک نقشہ دکھائی دے گا، چار مہینے کے بعد ہی میاں بیوی میں کھٹ پٹ شروع ہو جاتی ہے، تلخیاں بڑھتی ہیں، نفرت پیدا ہوتی ہے اور زندگی عذاب بن

جاتی ہے، سوچو ایسا کیوں ہوا؟ اس لیے ہوا کہ یہ کام اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں کیا گیا تھا، اس میں اسراف تھا اور اس میں سراسر اسلام سے انحراف تھا، اللہ کی نافرمانی تھی اور نفس کی خوش نودی، اس لیے انجام بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ ہر عمل کا ایک ردعمل ہوتا ہے۔

آج ہمارے معاشرے کی صورت یہ ہوگئی ہے کہ کوئی گھر ذہنی اذیت اور کلفت اور رنج وغم سے خالی نہیں، ہر جگہ بے اطمینانی ہے، پریشانی ہے اور ہراسانی ہے، ہر گھر میں غم واندوہ کا دھواں اٹھ رہا ہے، ہر دل میں آگ سلگ رہی ہے، باپ بیٹے میں، ماں بیٹی میں، ساس بہو میں، شوہر بیوی میں، بھائی بھائی میں جنگ جاری ہے، بڑی کربناک صورت ہے، بڑی اذیت ناک فضا ہے، اس کا واحد سبب وہ غلط کاری ہے جو ابتدا میں اختیار کی گئی تھی، غلط کام کا انجام ہوتا ہی غلط ہے۔

اب ذرا زندگی کا یہ پہلو بھی دیکھیں کہ ہمارے معاشرے میں سود، رشوت، بددیانتی، حرام کاری شدومد سے جاری ہے، لوگ پیسے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، حلال وحرام سے لاپرواہی، جائز وناجائز سے بے نیازی، ان کے نزدیک گویا کوئی آسمانی قانون ہی نہیں ہے، انہیں اس کا یقین نہیں کہ خدا دیکھ رہا ہے اور وہ حاضر وناظر ہے، علیم وخبیر ہے، اب دیکھو کہ ان تمام کاموں میں دل بہت لگتا ہے، لگاؤ! لیکن یہ نہ بھولو کہ ہر عمل کا ردِعمل ہوتا ہے اور وہ ہوکر رہے گا، اسے کوئی روک نہیں سکتا، اسی طرح زندگی کے تمام شعبوں کو بھی قیاس کر لو، یہ اشارات بہت واضح ہیں اور یہ ہمارے معاشرے کے عکاس ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان برائیوں کا علاج کیا ہے؟ علاج بھی بتائے دیتا ہوں، تم مسلمان ہو، تمہارا خدا ہے، جو تم پر بے حد مہربان ہے، تم اس سے مایوس نہ ہو، اس کی رحمت اور بخشش کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے، تم اس کی بارگاہ میں جاؤ، مگر اس طرح کہ تمہارے دل میں خدا کا خوف وخشیت ہو، آنکھوں میں ندامت کے آنسو ہوں اور آستانہ اُلوہیت میں جبہہ سائی کا شوق بھی ہو، تم اپنی پیشانی اس کی چوکھٹ پر رکھ دو اور یہ التجا اور یہ دعا کرو کہ:

اے اللہ! میں گنہگار ہوں اور امیدوار رحمتِ کردگار ہوں، خطا کار ہوں، لیکن تری رحمت کا اُمیدوار ہوں، میں نے ظلم کیا ہے، میں نے تری نافرمانی کی ہے، میں صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا تھا، میں اب نادم وشرم سار ہوں، اے اللہ! تو مجھے معاف کردے، بخش دے اوراپنے کرم کے دامن میں مجھے سمیٹ لے اور مجھے گناہوں سے بچنے کی توفیق دے۔

تم جب اس طرح بارگاہِ ایزدی میں التجا کروگے، گڑگڑاؤ گے، آنسو بہاؤ گے تو ان شاء اللہ تمہاری دعاضرورقبول ہوگی، تم بامراد ہوگے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ دعابھی سکھائی ہے۔اسے پڑھو:

رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْراً كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَا لاَ طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلاَنَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْن (البقرہ)

اے ہمارے پروردگار! ہماری پکڑ نہ کر اگر ہم بھول جائیں اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ، جیسا کہ تو نے ہم سے پہلے کے لوگوں پر رکھا تھا، اے ہمارے پروردگار! ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جسے ہم آسانی سے نہ اٹھا سکتے ہوں، ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، تو ہم کو کافر لوگوں پر غالب کردے۔

دعائے مغفرت کی درخواست

جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کے استاذ فقہ مولانا سید محمد الہاشمی کے جواں سال داماد اورمولانا قاری صدیق احمد باندویؒ کے نواسے مولانا محمد غفران ندوی ۲۶؍ربیع الاول ۱۴۴۱ھ/ ۲۴؍نومبر ۲۰۱۹ء یکشنبہ رات ساڑھے دس بجے ایک سڑک حادثہ میں جاں بحق ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

تمام قارئین سے دعائے مغفرت و ایصال ثواب کی خصوصی درخواست ہے۔(ادارہ)

علماء کی ذمہ داریاں

مولانا غیاث الدین دھام پوری

محلہ بندوقچیان دھام پور (بجنور یوپی) 9451470034

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ دو قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ جب وہ درست ہوجاتے ہیں توسب درست ہوجاتے ہیں اور جب وہ بگڑ جاتے ہیں توسب بگڑ جاتے ہیں ’’علماء اور امراء‘‘ (مشکوۃ شریف) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سارے لوگوں کی اصلاح اور فساد کا مدار ان دونوں طبقات پر ہے۔

اس دور میں علماء کے ایک طبقہ میں بہت بگاڑ آرہا ہے ’’جس کی وجہ سے ذہنی وفکری ارتداد آرہا ہے، علماء سوء نے اکبر بادشاہ وکو بگاڑنے اور ایک نئے دین کی تشکیل اور ترویج میں جو شرمناک کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ میں پوری طرح رقم ہے، جس طرح اس اکبری طبقہ کے علما سوء نے مالی مفادات اور عزوجاہ کی طلب میں پوری ملت کی گمراہی کو بخوشی قبول کیا اس سے بات بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ عالم کا بگاڑ عالم کا بگاڑ ہے۔

افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ اکبر کے دور کے علماء سے ذہنی وفکری رشتہ اور مآل کو چھوڑ کر مال کی طلب رکھنے والے علماء سو آج بھی موجود ہیں اور اسی راستہ کو اختیار کر کے پوری ملت اسلامیہ کو بدنام کررہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ مال ومنال کی حرص رکھنے والے اور اپنے جسموں کو دستار وعباء سے مزین کر کے علم کی آڑ میں ملت اسلامیہ کا سودا کرنے والوں کو پہچان کر ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جس کے وہ مستحق ہیں، ملت اسلامیہ کی صفوں میں ایسے علماء دنیا پرست کا اعزاز وا کرام اور ان کی آراء وفتاویٰ پر اعتماد واعتبار ملت کے لئے سم قاتل ہے۔

لیکن اس دور قحط الرجال میں بھی اسلاف کی یاد جگانے والے قلندرانہ صفات کے

حاملین کی کمی نہیں ہے جنہیں نہ دنیا کا شاہانہ جلال خرید سکا نہ دنیا کی چکا چوند زیر کرسکیں، نہ باطل کی یلغاران کے مقاصد میں سد راہ بنیں اور نہ اعداء اسلام کی شورشیں ان کے پائے استقامت میں تزلزل پیدا کرسکیں، وہ بڑھتے اور بڑھتے رہے بلاخوف لومۃ لائم اسلام کی خدمت میں لگے رہے، سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا، حق کی سربلندی کے لئے قلم وزبان، افہام وتفہیم ہر حربہ اپنایا، جرأت وبے باکی اور عالی ہمتی کے ساتھ دین مبین کا پیغام عام کیا، امت پر منڈلاتے خطرات کے تدارک لئے جی جان سے کوشش کیں۔

دین کی خدمت کے تین بڑے میدان

اس وقت دین کی خدمت کے تین بڑے میدان ہیں، حفاظت دین، اشاعت دین، اقامت دین، حفاظت دین کے اندر سینکڑوں کام آجائیں گے جیسے عقائد کی درستگی، صحت الفاظ قرآنی، نئی نسل کی بنیادی ضروری تعلیم، غلط تعلیم سے حفاظت، اس پر کڑی نظر کہ ہمارے بچے جو سرکاری ونیم سرکاری اسکولوں میں پڑھتے ہیں وہ کیا پڑھ رہے ہیں ان کے عقائد کی چیکنگ، یہ سب حفاظت دین کے تقاضے ہیں اور علماء کی ذمہ داری یہ بھی کہ ملک کے قانون ساز اداروں پر بھی نظر رکھیں کہ وہ کون سا قانون بنا رہے ہیں اوران سے شریعت کے کن احکام کی خلاف ورزی پر مسلمان مجبور ہونگے، علماء کی نظر عدالت کے فیصلوں پر بھی ہونی چاہئے کہ عدالت کیا کیا فیصلے نافذ کررہی ہے؟ ملک کا میڈیا اور عالمی ذرائع ابلاغ اسلام کے خلاف کیا کیا زہر اگل رہا ہے اس پر نظر رکھنے کی ذمہ داری بھی علماء کی ہے اور یہ سب حفاظت دین کے دائرے میں آتا ہے۔آج معاملہ انگریزی تعلیم کا نہیں ہے اور نہ ہی شرک جلی، اصنام پرستی اور دیو مالائی عقائد (میتھالوجی) کا ہے آج معاملہ برہمنی تہذیب اور ہندو تہذیب کے قبول کرنے کا ہے، اصل خطرہ نسل کشی کا نہیں معنوی ارتداد کا ہے، ذہنی وتہذیبی ارتداد، اس خطرے کو دیکھنے اوراس کو محسوس کرنے کے لئے کسی بڑی فراست اور دور بینی کی ضرورت نہیں یہ تو نوشتہ دیوار ہے جس کو ہر شخص پڑھ سکتا ہے، آج کا

چیلنج اور آج کا خطرہ گزشتہ تمام چیلنجوں اور خطرات سے زیادہ سنگین ہے اس کو قبول کرنے کے لئے کہیں زیادہ ایمان واستقامت اور کہیں زیادہ ایثار وقربانی کی ضرورت ہے۔

علماء کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی

صرف کچھ بچوں کو مدرسے میں لیکر بیٹھ جانے اور مطمئن ہوجانے سے علماء کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی بچوں کو محض کلمہ طیب رٹا دینا کافی نہیں بلکہ ان کے دل میں ایمان بسا دینا ضروری ہے، ان کی تعلیم وتربیت اس طرح کی جائے کہ ایمان کو وہ سب سے قیمتی سرمایہ سمجھیں اور کسی حال میں اس سے دست بردار ہونے کا تصور بھی ان کے حاشیہ خیال میں نہ آنے پائے اور کفر وشرک سے انہیں گھن آنے کی حد تک نفرت ہو۔

علماء کی معمولی غفلت

مسلمانوں کو اگر الحاد وارتداد کے سیلاب سے بچانا ہے تو انہیں فقر وافلاس کی دلدل سے بھی نکالنا ہوگا، اور ان کی اقتصادی بدحالی کا مداوا کرنا ہوگا، علماء امت کو حق تعالی نے علوم نبوت کا حامل وامین بنایا ہے، اور امت کی اصلاح وارشاد امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت الی اللہ کی عظیم ترین ذمہ داریاں ان کے سپرد کی ہیں، اور علماء ربانی نے اپنی اپنی ان ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے محض رضائے الٰہی کی خاطر لائق رشک خدمات انجام دی ہیں۔

آج حالات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو علماء امت کی ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں، اس لئے کہ الحاد وزندقہ اور لادینیت کا طوفان برپا ہے، قوم کے ذہن سے فکر آخرت اور محاسبہ فرد کا احساس مٹ رہا ہے اسلامی فرائض وشعائر کی اہمیت دلوں سے نکل رہی ہے، زرکشی، دنیا طلبی کھیل تماشے، عیش وعشرت اور نمود ونمائش کے مصنوعی مظاہرے زندگی کا محور بن کررہ گئے ہیں۔

دوسری طرف دنیا کی بڑی طاقتیں اس قوم کے خواب غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس پر شب خون مارنا چاہتی ہیں، عالمی حالات کچھ ایسے پیدا کئے جارہے ہیں: کہ مسلم ممالک

کواور مشروق وسطی کو میدان جنگ کا ایندھن بنایا جائے ،ان پر آشوب حالات میں علماء کی معمولی غفلت و کوتاہی یا غلط فکری وغلط اندیشی نہ صرف ان کے لئے بلکہ پوری قوم کے لئے جس کے وہ مقتداء ہیں تباہ کن ثابت ہوسکتی ہے۔

علماء کے فرائض

کسی دنیوی مفاداور کسی ستائش کی پرواہ کئے بغیر خدا کے دین کی دعوت دیں ،مخلوق کی مدح وستائش ،تعریف وتوصیف یا مذمت پر ان کا نظر رکھنا ان کے حق میں زہر قاتل ہے، خدانخواستہ جس دن یہ زہر ان کے جسد علم میں سرایت کر گیا، انہیں یقین رکھنا چاہیے کہ وہ دن ان کے علم کی موت کا دن ہوگا۔

ان کا دوسرا فرض ہے کہ وہ مخلوق کے لئے سراپا شفقت ہوں ،ان کے سینے میں خدا تعالی کی مخلوق کے لئے رآفت وشفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو، وہ ہمیشہ اس تب وتاب میں رہیں کہ خدا تعالی کی بھولی ہوئی مخلوق جو دنیا کی عشوہ طرازیوں پر فریفتہ ہو کر خدا تعالی کے احکام سے برگشتہ ہو رہی ہے،اسے کسی طرح خدا کی طرف دوبارہ بلایا جائے، انہیں آنحضرت ﷺ کا ارشاد یاد ہے ’’مومن سراپا الفت ہوتا ہے اور اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو نہ خود کسی سے الفت کرے، نہ اس سے کوئی الفت کرے۔‘‘

معاشرے کے کسی طبقے کا کیسا ہی کوئی گنہ گار سے گناہگار آدمی بھی ہو ہم اس کو بھی نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں، بلکہ شفقت وہمدردی کے ساتھ اس کی اصلاح کی تدبیر سوچیں اس لئے کہ نفرت بیمار سے نہیں، بیماری سے ہوتی ہے۔

خود احتسابی

علماء کا ایک بڑا اہم فریضہ خود احتسابی بھی ہے، ان کو ایسا بلند کردار ہونا چاہئے کہ کوئی شخص ان پر انگشت نمائی نہ کر سکے،تقوی وطہارت اور تعلق مع اللہ کی وہ کیفیت ان میں ہونی چاہئے جو خود انہیں محرمات الہیہ سے محفوظ رکھے اور وہ معاشرہ کے لئے بھی ہادی و مصلح بن

سکیں، تقویٰ واحتیاط نیز معاملات کی صفائی تو ہمارے اکابر کی صفات میں سے نمایاں اور ممتاز صفت ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود ہمہ وقت اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیتے رہیں اوران کی اصلاح کے لئے فکرمند رہا کریں، چھوٹی چھوٹی فروعی باتوں پر لڑنا جھگڑنا انکی بلندی منصب کے شایان شان نہیں۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں

وراثت میں صرف حقوق ہی نہیں آتے بلکہ ذمہ داریاں بھی آتی ہیں، باپ اگر قرض چھوڑ کر مرجائے تو ادائیگی وارثین پر لازم ہے، ٹھیک اسی طرح جب اللہ نے ہمیں انبیاء کے وارث ہونے کا تاج پہنایا ہے تو ان کی ذمہ داریاں بھی ہمیں بخوبی نبھانا چاہئے، علماء کی بڑی ذمہ داری مشکل حالات میں امت مسلمہ کی بروقت صحیح رہنمائی یہ علماء کا فریضہ ہے۔ آج کے اس گئے گزرے دور میں اتنی برائیوں اور فتنوں کے باوجود سماج میں جو سب سے زیادہ حیثیت اور عزت ہے وہ علماء کو اپنے سر کا تاج مانتے ہیں، ہر دور میں مخلص علماء کی ایک جماعت ایسی رہتی ہے جو بلا کسی ترتیب اور خوف لالچ کے جرات وہمت کا پیغام دیتی رہتی ہے، اور ایسے لوگ آج بھی موجود ہیں۔

اتحاد امت کا فارمولہ: کتنا صحیح اور کتنا غلط؟

محمد راشد گورکھپوری
استاد مظاہر علوم سہارنپور

اسلامی شریعت میں میں فطری طور پر اعتدال ملحوظ ہے؛ امت کو اللہ تعالی نے معتدل دین وشریعت دے کر معتدل امت ہونے کا شرف بخشا ہے اس شریعت کے اصول میں ''وحدت'' اور فروع میں ''تعددیت'' رکھ کر اسے وسعت کی نعمت سے بھی مالا مال فرمایا، اگر کوئی شخص اصول میں اختلاف کرتا ہے تو ''تحزب'' کی شکل بنتی ہے؛ تعصب جنم لیتا ہے؛ اور تنازع کھڑا ہوتا ہے اور فروع میں اختلاف باعث رحمت، سبب خیر اور امت کے لئے وسعت کا سامان ہوتا ہے-

صحابہ میں اصول کے اندر کوئی اختلاف نہیں تھا البتہ فروع کے اندر بہت سے اختلافات ہوئے جن کی تفصیل مصنف عبدالرزاق؛ بخاری شریف اور دیگر کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے مگر ان سب کے باوجود ان میں الفت ومحبت قائم تھی۔

ان اختلافات کو سامنے رکھ کر چار فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے ان مکاتب فکر کے ائمہ میں نہ مخالفت وعداوت تھی نہ نزاع وانتشار، ان ائمہ کے پیروکاروں میں بھی عداوت ودشمنی نہیں ہے چنانچہ آج بھی دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور میں حنفی، شافعی ایک ساتھ پڑھتے ہیں اور ایک ساتھ کمرہ میں مقیم رہتے ہیں، فروعی اختلاف کی وجہ سے ان میں نہ کوئی رنجش ہے، نہ بعد اور دوری۔

مگر امت میں کچھ ایسے کوتاہ ہمت پیدا ہوگئے جو دین کی اس وسعت، وسطیت اور اعتدال پر عمل کرنے ہی کو ''شدت'' کہنے لگے حالانکہ صحابہ کے طرزِ عمل پر چلنا اور فروع میں آراء کا مختلف ہونا دینداری اور عین اعتدال ہے۔۔

''شدت'' تو دراصل دین کی حدود سے تجاوز کرنا ہے، اسی طرح دینی حدود کی پاسداری کرنا

شریعت میں مطلوب اوراعتدال ہے لیکن کچھ لوگ اس کی پاسداری نہ کرنے ہی کو وسعت اور اعتدال سمجھ بیٹھے اور محافظت کرنے والے کو ''شدت پسند'' کہنے لگے۔ بقول کسے ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

افراط وتفریط ہر چیز میں مضر ہے اعتدال ان دونوں کے بیچ کا نام ہے اور یہی اعتدال وتوسط امت کا امتیاز اور خصوصی وصف ہے۔ قرآن میں ہے: **و کذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا.** (سورہ بقرہ:۱۴۳) اورہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنایا ہے جو ہر پہلو سے نہایت اعتدال پر ہے تا کہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہواور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں۔

اس اعتدال کو اگر لوگوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے تو ہر ایک اپنے اپنے ذوق ومزاج کے مطابق اس کی تشریح کرے گا اور جس کے جی میں جو آئے گا وہ اس کا معنی ومطلب بیان کرے گا اس لئے اس کی بہتر اور ہر مسلمان کے لئے قابلِ قبول صورت یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو اس کا معیار بنایا جائے اور دوٹوک الفاظ میں یہ کہا جائے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس اس اعتدال کی واضح مثال اور کامل نمونہ ہے، ہر چیز میں میانہ روی اور اعتدال ملحوظ رکھنے کے سلسلے میں آپ کے اوصاف وکمالات اور آپ کے ملفوظات وتعلیمات سے معلوم ہوگا کہ اعتدال اور توسط کسے کہتے ہیں؟ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے ان ارشادات نبویہ کی جو توضیح وتشریح فرمائی ہے وہ لائق اطاعت ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ کا کام ہمیشہ اعتدال کے ساتھ ہوتا تھا، نہ حق سے کمی کرتے نہ اس سے تجاوز کرتے۔ (شمائل ترمذی)

رسول کائنات نے صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کو فلاح ونجات کا ذریعہ قرار دیا، لہٰذا اسوہ نبی کے ساتھ اسوہ صحابہ کو اپنانا اعتدال ہے اور ان کے خلاف چلنا حدود کو کراس کرنا ہے، حق وہی ہے جو نبی اور اصحاب نبی کے طریقے سے میل کھائے گا؛ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: **وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ**

ذلکم وصکم بہ لعلکم تتقون. (سورہ انعام: ۱۵۳) کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو ورنہ یہ راستے تم کو سیدھے راستے سے برگشتہ کردیں گے اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا تاکیدی حکم دیتے ہیں تاکہ تم (دوسرے راستوں سے) بچو۔

اس آیت کے تحت تفسیر مظہری میں یہ روایت نقل کی گئی ہے: **عن عبداللہ ابن مسعود قال خط لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا، ثم قال ھذا سبیل اللہ ثم خط خطوطا عن یمینہ وعن شمالہ وقال ھذہ سبل علی کل سبیل، منھا شیطان یدعوا الیہ وقرا ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ.** (رواہ احمد والنسائی والدارمی) عبداللہ ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک دن لکیر کھینچی پھر ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں اور بائیں کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ بھی راستے ہیں ان میں سے ہر راستے پر ایک شیطان بیٹھ کر اپنی طرف بلاتا ہے اس کے بعد آپ نے آیت تلاوت فرمائی (جو اوپر مذکور ہوئی)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: **ولا تتبعو السبل ای الطرق المختلفۃ علی حسب الاھواء فان مقتضی الشرع اتباع الکتاب والسنۃ فیما ادرکہ العقل وفیما لم یدرکہ ومقتضی اتباع الآراء الفاسدۃ انہ ان وافقھا الکتاب والسنۃ قبلوھما وان خالفھا اولوا الکتاب واتبعوا الاھواء وھذا منشا اختلاف الشیع فصارت روافض وخوارج ومجسمہ وجبریہ وقدریہ وغیرھم.** خواہشات کے مطابق مختلف راستوں کی پیروی نہ کرو بلاشبہ شریعت کا تقاضہ یہ ہے کہ عقل میں آنے اور نہ آنے والی تمام باتوں میں قرآن پاک اور سنت نبویہ کی پیروی کی جائے اور فاسد رائے کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر کتاب خداوندی اور سنت نبویہ دونوں رائے کے موافق ہونگی تو کتاب وسنت کا فیصلہ قبول ہوگا اور اگر رائے کے مخالف ہوں گی تو قرآن وسنت میں تاویل کرکے خواہشات کی پیروی ہوگی اور یہی جماعتوں کے اختلاف کی بنیاد ہے اسی وجہ سے روافض؛ خوارج؛ مجسمہ؛ جبریہ اور قدریہ فرقوں کا وجود ہوا۔

تفسیر قرطبی میں ہے: **وھذہ السبل تعم الیھودیۃ والنصرانیۃ والمجوسیۃ وسائر**

اهل الملل واهل البدع والضلالات من اهل الاهواء قاله ابن عطية. قال مجاهد السبل البدع کہ ان ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں میں مذہب اسلام کے علاوہ وہ تمام مذاہب؛ خواہ وہ یہودیت اور نصرانیت ہو یا مجوسیت اور دیگر مذاہب؛ سب آگئے۔

اسی طرح اسلام کے اندر بھی خواہشات کے پیچھے چلنے والے اہل بدعت وضلالت کے فرقے؛ جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق مستقیم سے ہٹ گئے وہ سب "السبل" میں داخل ہیں۔

واضح رہے کہ امام قرطبی اور علامہ ثناء اللہ پانی پتی دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے فارغ التحصیل نہیں ہیں کہ ان پر مسلکی تعصب کا الزام لگا دیا جائے بلکہ یہ دونوں حضرات ان دونوں اداروں کے قیام سے پہلے کے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مسلک دیوبند اسلاف اور اہلسنت والجماعت سے الگ کوئی مسلک نہیں بلکہ ان کا رشتہ قرن اول سے جڑا ہوا ہے اور تسلسل کے ساتھ مدلل طور پر چلے آرہے ہے، مسلک کی حفاظت علماء دیوبند کا طرہ امتیاز ہے۔

اس آیت کریمہ اور تفاسیر معتبرہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک ہی مذہب نجات دہندہ ہے اور وہ ہے مذہب اسلام، صرف مذہب اسلام کی حقانیت وصداقت اور اس کی رضامندی کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ان الدين عندالله الاسلام.** (الآیۃ) **ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه.** (الآیۃ) کہ اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہی ہے؛ اور جو دین اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اختیار کرے گا اللہ کے نزدیک وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔

دوسرے ادیان سے عدم رضامندی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: **ولا يرضى لعباده الكفر.** کہ اللہ اپنے بندوں کے کفر پر راضی نہیں ہوگا۔

اسی طرح اسلام کے اندر پائے جانے والے فرقوں میں صرف اہلسنت والجماعت ہی برحق اور نجات یافتہ ہے، باقی کو راہ حق سے منحرف کہنا آیت قرآنی کا مفاد اور تہتر فرقوں والی حدیث کا مقتضی ہے؛ حق وصداقت اور نجات کا معیار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے "ما انا علیہ واصحابی" کو قرار دیا ہے کہ جو فرقہ میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا وہ ناجی ہوگا۔

یہ نبی کی دی ہوئی کسوٹی ہے اس لیے کتاب وسنت کا وہ مفہوم جو صحابہ نے سمجھا ہے وہی معتبر اور قابل قبول ہوگا ان کے خلاف کسی مفہوم کا اعتبار نہ ہوگا ورنہ اگر چھوٹ دے دی جائے تو ہر شخص اپنے اپنے اعتبار سے معیار مقرر کرے گا اور اپنے مزعومہ عقائد کو درست سمجھے گا جیسا کہ واقعہ بھی یہی ہے، چنانچہ ہر بدعتی اور گمراہ شخص اپنے فاسد عقائد کو اپنے زعم وخیال میں کتاب وسنت سے ماخوذ ہونے کا دعویدار ہے، اس لیے سلامتی اور نجات کی راہ یہی ہے کہ فرمان نبوی کے مطابق صحابہ کرام کو معیار سمجھا جائے اگر ان کے خلاف قرآن اور حدیث کا کوئی مفہوم بیان کرے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ مخالفت اس کے گمراہ ہونے کی دلیل ہے، اس نبوی کسوٹی پر صرف اہلسنت والجماعت ہی کھرے اترتے ہیں۔

جس طرح نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالی کی اطاعت کہلائے گی اسی طرح صحابہ کی پیروی از روئے شرع نبی کی پیروی ہوگی؛ دین اسلام اور اس کے احکام ہم تک ان ہی دو واسطوں سے پہنچے ہیں اس لئے اسوہ صحابہ کو اسوہ نبوی سے جدا نہیں کیا جاسکتا؛ انبیاء کے بعد صحابہ ہی قدسی جماعت کے وہ افراد ہیں جن کو قرآن وحدیث میں بیشتر مرتبہ رضائے خداوندی کا تمغہ اور اعزاز دیا گیا ہے، اسی طرز پر محدثین بھی چلے ہیں چنانچہ بقول: حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب دامت برکاتہم ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور؛ امام بخاری علیہ الرحمہ نے ”کتاب رد الجہمیہ“ کا عنوان قائم کرکے یہ پیغام دیا ہے کہ فرقہ باطلہ کا رد کرنا مثبت کام ہے منفی کام نہیں؛ نیز علمائے دیوبند کے تردیدی کارنامے کا سلسلہ ائمہ حدیث سے مربوط ہے۔

اس تفصیل سے اس مغالطہ پرور خیال کا بھی رد ہو گیا کہ ہر مذہب اپنی جگہ درست ہے اور مذہب اسلام بھی انہی میں سے ہے، اسی طرح اس خیال کا بھی ابطال ہو گیا کہ سب فرقے اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں کسی کو گمراہ اور کسی کو برحق نہیں کہا جاسکتا۔

مشکلیں کچھ بھی نہیں عزم جواں کے آگے

مولانا محمد ندیم الدین قاسمی
(مدرس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد)

آج ہندوستانی مسلمان تاریخ کے مشکل ترین دور سے گزر رہے ہیں، ان کو ہندوستان سے بے دخل کرنے، اوران میں خوف وہراس پیدا کرنے کی ہر ممکنہ کوششیں جاری ہیں، گویا فرقہ پرست طاقتوں نے ارض ہند کو اپنی وسعت کے باوجود تنگ کردیا ہے گذشتہ پانچ، چھے برس اس کے شاہد ہیں، اس لئے کہ مسلمانوں کو کبھی ٹرپل طلاق کے نام پر ستایا گیا تو کبھی پرسنل لا میں مداخلت کرنے کی کوشش کی گئی، کبھی مسلمانوں کو غیر ملکی اور دوسرے درجہ کا شہری کہا گیا، تو کبھی گئوکشی کے نام پر سیکڑوں مسلم نوجوانوں کو ماب لنچنگ کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، کبھی منافرت کے شعلے بھڑکائے گئے، تو کبھی ہندو مسلم قوموں کے درمیان نفرت کی فصل بوکر نفرت انگیز ماحول کو پروان چھڑایا گیا، اب تو یکساں سول کوڈ کی باتیں بھی شروع ہوگئی ہیں، جس سے ایک ہندوستانی مسلمان جہاں پریشان ہے تو وہیں ناامیدی و مایوسی کا شکار ہے اور حالیہ بابری مسجد کے فیصلہ نے تو مسلمانوں کی مایوسی میں اور اضافہ کردیا، الغرض ہر جہت سے مسلمانان ہند کو پریشان کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں بہ قول شاعر؛

ایک دو زخم نہیں جسم ہے سارا چھلنی
درد بے چارہ پریشاں ہے کہاں سے نکلے

لیکن کیا ان تمام مسائل ومشکلات کا حل مایوسی وخاموشی ہے؟ کیا ایک ہندوستانی مسلمان ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا رہے، اسی طرح درد وکرب میں گھٹتے گھٹتے زندگی گذار دے؟ ہرگز نہیں! جس قوم کے درد کا درماں قرآن وسنت کی شکل میں موجود ہو تو اسے مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں بس

قرآن وسنت کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کی ضرورت ہے، جو درجہ ذیل ہیں:

ا۔ثبات قدمی

سب سے پہلے ہمیں اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنا چاہئے، ثابت قدمی میں ثبات قلب اور ثبات قدم دونوں داخل ہیں، اور یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ مخالف سے مقابلہ کا سب سے پہلا اور مؤثر ہتھیار ثبات قلب وقدم ہے، قرون اولی کے تمام معرکوں میں مسلمانوں کی فوق العادات کامیابیوں اور فتوحات کا راز اسی میں مضمر ہے، اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنے مظالم نہیں ڈھائے! آپ کو شہر مکہ سے نکال دیا گیا، پوری مکی زندگی میں آپ کو جان کو خطرہ رہا، عین صحن کعبہ میں آپ کو پھانسی دینے کی کوشش کی گئی، قتل کے منصوبے بنائے گئے، طائف میں زخموں سے چور چور ہوگئے، اُحد میں روئے منور سے خون کا فوارہ بہنے لگا، شعب ابی طالب میں تین سال سے زیادہ عرصہ ایسا بائیکاٹ کیا گیا کہ مسلسل فاقوں سے گزرنا پڑا اور بنو ہاشم کے بچے ایک ایک دانے کو ترس گئے، اپنے عزیزوں کی قربانی آپ نے اپنے آنکھوں سے دیکھی، آپ نے حضرت حمزہؓ کی شہادت کا غم بھی سہا، مکی زندگی کے تیرہ سال آپ نے سخت مشقت میں گزارے اور مدینہ آنے کے بعد بھی آٹھ سال کا عرصہ اسی طرح گزرا کہ اہل مکہ کی طرف سے مسلسل حملے ہوتے رہے، الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمایا گیا تا کہ مسلمانوں کے لئے اپنے نبی کا اُسوہ موجود ہو، دشواریاں ان کے قدموں میں تزلزل پیدا نہ کردیں۔

آپ کے صحابہ کرام کو کتنی سخت تکالیف دی گئیں! بلال حبشیؓ کو عرب کی گرم ریت پر لٹادیا دیا گیا، عبداللہ بن حذیفہؓ کو جب بادشاہ وقت کے حکم سے کھولتے پانی میں ڈالا جارہا تھا اس وقت آپ سے پوچھا گیا کہ ابھی موقعہ ہے اسلام ومحمد کا انکار کردو، بچ جاوگے، تو آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس صرف ایک جان ہے اگر سو جانیں بھی ہوتیں تو نامِ محمد پر قربان کردیتا، حضرت خبیبؓ کو سولی پر چڑھادیا گیا، امام احمد بن حنبلؒ کو اظہار حق کی وجہ سے جیل میں ڈال دیا گیا، کوڑے مارے گئے، تکالیف دی گئیں لیکن ایمان پر ثابت قدم رہے، اس لئے اب ہمیں بھی ضروری ہے کہ ہم

ایمان پر ثابت قدم رہیں، حالات تو آتے ہیں ہمیں آزمانے کے لئے، بس صبر واستقامت کی ضرورت ہے، قرآن میں اللہ نے ارشاد فرمایا، وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ

۲۔انابت الی اللہ

ان حالات میں ہم اللہ کی طرف رجوع کریں اپنے گناہوں سے باز آجائیں، اور اللہ کو راضی کرنے والے اعمال کریں اس لئے کہ آج کی ہماری یہ بدحالی وخستہ حالی اورزبوں حالی ہمارے ہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، اللہ نے ارشاد فرمایا

وَمَا أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير

اورتم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے اور بہت سے تو اللہ درگزر ہی کر دیتا ہے۔

یہ اعمالِ بد کی ہے پاداش' ورنہ!
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں' ہل میں؟

۳۔خواعتمادی ویقین

اس وقت ضروری ہے کہ اصحاب علم وقلم مسلمانوں میں یقین واُمید، خوداعتمادی، اور زوربازو پر بھروسہ اور حالات کو بدلنے کی قوت محرکہ اپنے اندر پیدا کریں، لیکن اس وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اصحابِ علم اور اصحابِ قلم کے ایک طبقے نے ڈر، خوف، خود ملامتی اور مایوسی و ناامیدی، خوف وہراس کی اشاعت کو اپنا مشن بنالیا ہے، حادثات و واقعات کی مبالغہ آمیز اور کبھی غلط و بے بنیاد ترجمانی، مستقبل کے تعلق سے انتہائی شدید قسم کے خوف اوراندیشوں کی ترویج، ہر معاملے میں اُمت پر لعنت وملامت اور ساری دنیا کو اپنا دشمن باور کرانے کی کوشش اِس مکتبِ دانش وری کی چند نمایاں خصوصیات بن چکی ہیں، جس سے ناامیدی اور مایوسی عام ہوتی جارہی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ قوموں کو مارنے کے لیے کسی

دشمن کی ضرورت نہیں پڑتی، اندیشوں، واہموں اور خوف ہراس کا شکار ہو کر وہ اپنی موت آپ مرجاتی ہیں، اس لئے اب ضروری ہے کہ ارباب علم وقلم اس سے گریز کریں، امت مسلمہ میں خوداعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

۴۔تعلیمی ومعاشی پسماندگی کو دور کرنے کی فکر کریں

تعلیم ایک بنیادی عنصر ہے جس کے بغیر انسان، انسانی اخلاق واقدار سے آراستہ نہیں ہو سکتا ہے، یہ وہ نسخہ کیمیا ہے جس کے بغیر معاشی پسماندگی کا خاتمہ ایک ایسا خواب ہے جو کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا ہے، اعلی تعلیم (High Education) کے بغیر نہ تو غربت دم توڑ سکتی ہے اور نہ ہی مسلم قوم عزت ووقار اور ترقی کا معیار قائم کر سکتی ہے، جو قوم جوہر تعلیم سے محروم ہوتی ہے وہ نہ تو سر اٹھا کر جی سکتی ہے اور نہ ہی جینے کا ہنر جانتی ہے، تعجب ہے جس قوم کا ماضی اتنا شاندار تھا اس کا حال اس قدر تاریک ترین کیوں ہو گیا؟ سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق بہ حیثیتِ مجموعی مسلمانانِ ہند نہایت پسماندہ ہیں، نہ تو معاشی طور پر مضبوط ہیں اور نہ ہی سماجی طور پر دیگر قوموں کے مقابلہ میں بلند معیار ہیں، رہا مسئلہ تعلیم کا تو تعلیم کے علمبردار ہونے کے باوجود مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی نہایت درجہ تشویش ناک ہے، اس لئے اب والدین کے ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اعلی تعلیم دلائیں، اور مسلم تنظیموں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جلسہ وجلوس میں پیسہ خرچ کرنے کے بجائے افراد سازی میں پیسہ لگائیں، اور ایسے افراد تیار کریں جو تعلیمی، سیاسی، اور معاشی ہر اعتبار سے کامل ہوں، اس لئے کہ بابری مسجد کا فیصلہ آنے کے بعد موہن بھاگوت نے بڑی گرم جوشی سے یہ بیان دیا تھا ''ہم افراد سازی کا کام بڑی خاموشی کے ساتھ کرتے ہیں پھر نتیجے خود بہ خود شور مچاتے ہیں'' اس لئے علامہ اقبال نے کہا تھا:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر	ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

۵۔قومی یک جہتی

ایسے مخالف ماحول میں اس وقت سب سے زیادہ اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں

کے خلاف جو ماحول اور ذہن بنا کر نفرت وعداوت کی کھائیاں پیدا کردی گئی ہیں انھیں پاٹ کر برادران وطن تک محبت وانسانیت کا پیام پہنچایا جائے ،نفرت کے جو شعلے فرقہ پرست طاقتوں نے بھڑکائے ہیں ان کو حسن اخلاق سے بجھایا جائے۔

بہ حیثیت ''خیر امت'' خواہ وہ آر ایس ایس اور شدت پسند ہندو تنظیموں کے کارکنان کیوں نہ ہوں، ہم ایک مستقل لائحہ عمل کے ساتھ ان سے ملیں، ان کو جلسہ وجلوس میں مدعو کیا جائے ، مدارس کے نصاب و نظام تعلیم سے واقف کرایا جائے ، اسلامی اخلاق اور اسلامی تعلیمات پیش کر کے ان کے ذہن و دماغ کو کفر ونفرت کی خباثتوں سے پاک کر کے دین و صداقت کی روشنی سے منور کرنے کی کوشش کی جائے ،اس کے لیے طویل المیعاد منصوبہ بنانا ہوگا اور نتائج کے لیے صبر واخلاص کے ساتھ کام میں لگے رہنا ہوگا۔

۶۔اتحاد واتفاق

ہم اپنی تنظیموں، جماعتوں، اور مختلف مکاتب فکر کے اندر اتحاد واتفاق پیدا کریں بہ قول مولانا سلمان بجنوری صاحب دامت برکاتہم :

ملک کے موجودہ حالات میں ہماری اجتماعیت وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے،اس سلسلے میں یہ امید یا مطالبہ تو زیادہ ہی سادگی کے مرادف ہوگا کہ ہم اپنے تمام تر اختلافات بھلا کر ایک ہوجائیں اور اپنی اپنی علیحدہ شناخت ختم کردیں، ظاہر ہے کہ یہ بات عملاً ناممکن ہے؛البتہ دو باتیں بالکل عملی ہیں اور اجتماعی معاملات میں اگر ہم نے اپنے آپ کو ان دو باتوں پر بھی آمادہ نہ کیا تو پھر ہمارا اختلاف ہماری تباہی کا سبب ہوگا اور ہم پر کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا۔

پہلی بات تو یہ کہ جن معاملات کا تعلق پوری ملت یا امت سے ہو، اُن میں کسی بھی طرح متحدہ موقف اپنایا جائے خواہ اُس کے لیے کوئی قربانی ہی دینی پڑے اور اس کے لیے عمومی ذہن سازی پر بھی محنت کی جائے۔

دوسری بات یہ کہ اختلاف کی بنیاد ذاتی مفاد پر نہ ہو اور کسی صحیح بات کو محض اس لیے رد نہ کر دیا جائے کہ وہ دوسرے طبقہ کی جانب سے آئی ہے اور کسی غلط بات کی تائید محض اس لیے نہ کی جائے کہ وہ ہمارے حلقہ کی ہے؛ بلکہ شریعت وسنت اور ملت کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھ کر رائے قائم کی جائے۔

جس دن یہ دونوں باتیں یعنی اپنی ذاتی اصلاح کی فکر اور اجتماعی معاملات میں اتحاد کی فکر، ہمارے مزاج کا حصہ بن جائیں گی اسی وقت سے کامیابی وکامرانی ہمارا مقدر بن جائے گی اور ہم ترقی کی راہ گامزن ہو سکتے ہیں۔

بڑھاؤ اب قدم

حضرت مولانا فضل حق عارفؔ خیرآبادی استاد شعبۂ عربی مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد، مئو (یوپی)

مسلمانو! تمہارے سر پہ وقت امتحاں آیا
فضائے ہند پہ ظلم و ستم کا ابر ہے چھایا
مٹانے پر تلا ہے تم کو طوفانوں کا اک دھارا
تمہاری غیرت قومی کو ہے باطل نے للکارا

بڑھاؤ اب قدم دل میں کرو وہ حوصلہ پیدا
جو ایوان حکومت میں بھی کردے زلزلہ پیدا

لگائی شورش دوراں کو تم نے ٹھوکریں اکثر
وطن کو خون سے سینچا ہے تم نے شاملی جاکر
تمہارے خون کے شاہد ہیں بالاکوٹ اور بکسر
تمہیں منزل پہ پہنچے ہو اسیر مالٹا بن کر

اسی عنوان سے تاریخ کا پھر باب ہے لکھنا
چٹانوں میں تمھیں کرنا ہے بڑھ کے راستہ پیدا

انسانی زندگی — زہر کے حصار میں

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی، ۱۵ — گاندھی روڈ، دہرہ دون

آج خدا بیزار، مادہ پرستانہ نقطۂ نظر کی بے روک ٹوک اشاعت نے انسانیت کو خطروں اور مضر صحت ماحول میں وہاں پہنچا دیا ہے جہاں اس کے چاروں طرف ہلاکت ہی ہلاکت ہے، اپنے فائدہ کے لئے ہتھیاروں کی فروخت ہو یا مضر صحت کھانے پینے کی اشیاء کا معاملہ ہو، انسانی زندگی صبح سے شام ہر وقت انسانوں کی پیدا کردہ مصیبتوں اور لعنتوں کی زد پر ہے۔

دن رات میں ہوا، پانی، اناج، دودھ، سبزی، دال، گوشت، دوا، پھل، کریم، پاؤڈر، صابن کو ہم استعمال کررہے ہیں وہ کتنی محفوظ یا مضر ہے اس کا اندازہ ذیل کی اجمالی نظر سے لگا سکتے ہیں:

صبح اٹھتے ہی پی جانے والی چائے کی پیالی یا ٹوتھ پیسٹ یا منجن کن کن زہروں سے مرکب ہوگا آپ کو معلوم نہیں، این جی او بٹا کسک لنک کے روی اگروال کہتے ہیں کہ دودھ اگر زہریلا نہ ہو تو اس میں یوریا ضرور ہوگا، جانوروں کو لگایا جانے والا ہارمون کے جزئیات ہونگے جس ہارمون سے اسقاط حمل اور بانجھ پن پیدا ہوسکتا ہے، چائے کی پتی میں برادہ، لوہے کا برادہ، رنگی ہوئی پتیاں، چمڑہ کا پاؤڈر اور کول تار کا رنگ ملا ہوسکتا ہے، میدہ کی سفید ڈبل روٹی کو رنگ کر سوجی کی براؤن بریڈ بنا دیا جاتا ہے، اور چینی میں چاک کا پاؤڈر ملا ہوسکتا ہے۔

دوپہر کے کھانے میں دال، سبزی، تیل، گوشت، گھی، دھنیا، مرچ، اچار، چٹنی کچھ بھی استعمال کریں سب میں ۹۰ فیصد کی حد تک ملاوٹی یا مضر صحت مادوں کا پایا جانا ضروری ہے، سب سے زیادہ عام مضر صحت اشیاء میں کیڑے مار ادویہ ڈی، ڈی، ٹی وغیرہ شامل ہیں، جو عموماً خطرناک حد تک زیادہ ہوتی ہیں۔

دالوں کو رنگنے والے مادہ سے کینسر ہوسکتا ہے، ہلدی میں کی جانے والی ملاوٹ سے خون کی کمی، فالج، ذہنی نشوونما میں رکاوٹ مٹھائیوں میں میٹانل یلو اور وٹامن B ملانے سے

کینسر، اچار میں کاپر سالٹ ملانے سے گردوں کے لئے خرابی، سونف کی ملاوٹ سے کینسر، وناسپتی میں نمی سے ملی جانور کی چربی ملانے سے الٹی اور متلی، تیز صابن بنانے میں کام آنے والے پام آئیل کی چربی اسٹیرین Stearin دل اور معدہ کے خطرناک امراض، بھنڈی پر نیلا تھوتھا خون کی کمی، بیگن پر چمکانے والا مادہ کینسر، پتہ گوبھی پر موجود میٹھا تیل پیراتھین کینسر اور نشوونما میں رکاوٹ، نمک میں موجود رنگولی معدہ وآنت میں خراش پیدا کر سکتے ہیں، جانوروں میں کرم کش ادویہ کے علاوہ اینٹی بایوٹک دواؤں کی مضر صحت مقدار ملتی ہے، مٹھائیاں اگر مصنوعی دودھ سے بنی ہیں تو اس میں سرف اور یوریا بھی ملا ہوگا۔

کولڈ ڈرنک اور فاسٹ فوڈ

(چاؤمین، میگی، چومو، مومو وغیرہ) انسانی ضروریات کو کاروباری مقصد سے استعمال کرنے کے ذہن نے فاسٹ فوڈ کو رواج دیا، جن کے بارے میں متفقہ رائے ہے کہ ان کے مستقل استعمال سے متعدد قسم کے امراض لاحق ہو سکتے ہیں۔

سنجے گاندھی پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر کے مطابق فاسٹ فوڈ اور شراب کے استعمال کی وجہ سے پیٹ اور جگر کے امراض میں اضافہ ہو رہا ہے، اس زمرہ میں ہاٹ ڈاگ اور برگر بھی شامل ہیں جو کہ گوشت کو مخصوص طور پر بنایا جاتا ہے۔

تازہ ترین تحقیق کے مطابق اس طرح تیار شدہ غذائی اشیاء کے استعمال سے بانقراس (Pancrcas) کے استعمال کا خطرہ بہت ہوتا ہے، مصنوعی طور پر تیار کئے گئے مشروبات میں کوک اور پیپسی سرفہرست ہیں۔

گذشتہ اگست میں کوکا کولا میں پائے جانے والی کرم کش ادویہ کی سطح خطرناک حد تک مضر صحت پائی جانے کے بعد بہت ہنگامہ ہوا تھا، بعد میں مشترکہ جانچ کمیٹی کی رپورٹ نے ان الزامات کو صحیح پایا تھا کہ کوکا کولا میں کیڑے مار ادویہ کی مقدار خطرناک حد تک زیادہ تھی، مگر سوال یہ ہے کہ سالوں تک اس مقدار میں مضر صحت کوکا کولا کو اربوں لوگوں نے استعمال کیا اس نقصان کو کون پورا کرے گا؟

کیا اس نقصان کیلئے ہم خود بھی ذمہ دار نہیں ہیں؟ کوکا کولا صرف ایک کمپنی نے، پیپسی الگ ہے نے 200 مما لک میں کاروبار کر کے 19–ارب ڈالر یعنی تقریباً 855ارب روپیہ کے کاروبار میں تین ارب ڈالر یعنی ایک کھرب 35ارب روپیہ کا خالص منافع کمایا۔ یعنی دنیا بھر کے لوگوں نے ایک غیر ضروری بلکہ مضر صحت عادت پر اپنی گاڑھی کمائی کا نہ صرف روپیہ ضائع کیا بلکہ بدلہ میں بیماریاں بھی خریدتے ہیں، جس سے مستقل ذہنی جسمانی تکلیف کے ساتھ دواء علاج کا خرچہ بھی بڑھاتے ہیں۔

ٹھنڈے مشروب کے مہلک نقصانات

ٹھنڈے مشروب (کولا) ایک سے زائد طریقہ سے انسانی جسم کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، ٹھنڈے مشروب کا عمل تیزابی P4 3.4 ہوتا ہے، اتنی تیزابیت دانتوں کو اور ہڈیوں کو گھولنے کے لئے کافی ہے، ان مشروبات میں تغذیہ نہیں ہوتا، بلکہ اس میں چینی، رنگ اور محفوظ رکھنے والے مادے ہوتے ہیں، ان کا درجہ حرارت پیتے وقت عموماً صفر کے قریب رہتا ہے، اتنا کم درجہ حرارت ہمارے نظام ہضم کو متاثر کرتا ہے، انزائم کے کام کرنے کی صلاحیت کو متاثر کرتا ہے، غذا میں خمیر پیدا کر دیتا ہے، اور اس خمیر سے پیدا ہونے والے زہریلے مادہ اور گیس آنتوں کے ذریعہ جذب ہو کر خون میں شامل ہو کر پورے جسم کو متاثر کرتی ہیں، جو کہ بہت سی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔

اندازہ لگائیں کہ آپ کے چھوٹے بچوں کے نرم ونازک ہڈیوں، دانتوں، آنتوں اور نظام ہضم پر یہ رقیق، خوبصورت زہر کتنا مہلک اثر ڈالتا ہے؟ پھر کیا آپ زہر کو خریدنے اور استعمال سے باز آئیں گے؟

یہی نہیں بلکہ بوتلوں میں آنے والا پینے کا پانی بھی اکثر معاملات میں ویسا صاف نہیں ہوتا جیسا کہ معیار کے مطابق ہونا چاہئے، یہ پانی جس خالی بوتل میں بھرا ہوتا ہے وہ بھی اگر معیاری مواد اور موٹائی کی نہ بنی ہو تو مختلف امراض پیدا کر سکتی ہے، اس لئے ماہرین خالی غیر معیاری پلاسٹک کی بوتلوں میں پانی بھر کر رکھنے کو منع کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ 20 مائکرونس سے زیادہ موٹائی کی بوتل نہ ہو، اس پلاسٹک میں کیڈمیم، مرکری اور سیسہ ملا ہوتا ہے جو مختلف امراض کی وجہ بن سکتے ہیں، جن میں یرقان، امراض قلب اور سانس کی بیماریاں بھی شامل ہیں، اسی طرح کی بوتلوں میں آنے والا فروٹ

جوس، ڈبہ بند اشیاء خوردونش، مچھلیاں وغیرہ کے ذریعہ مضر صحت کیڈمیم (Cadmim) جسم میں داخل ہوسکتا ہے، جوکہ انسانی جسم کے لئے نہایت مضر ہوتا ہے۔

سامانِ آرائش وزیبائش یا سامانِ بیماری

سرف، نرما اور دیگر کپڑا دھونے کے صابن اور پاؤڈر ہاتھوں اور ماحولیات کو جو نقصان پہنچارہے ہیں وہ اکثر لوگوں کو علم میں ہیں، سرف اور نرما کی الرجی بہت مشہور ہے، مگر ان خوبصورت زہروں کے بارے میں علم وشعور زیادہ عام نہیں ہے جو امریکہ اور یوروپ سے میک اپ کے سامان کے طور پر یہاں آتا ہے اور اپنا رعب جماتا ہے، مشہور برانڈوں کی خالص مصنوعات کے مضر صحت اثرات پر میں یہاں کچھ روشنی ڈال رہا ہوں، مگر ہمارے یہاں تو آدھے سے زیادہ مارکیٹ میں جعلی اور Duplicate مال کا قبضہ ہے، کیونکہ اس میں ناقابل یقین حد تک منافع ہوتا ہے، خالص اشیاء آرائش وزیبائش کے خلاف جب انہیں ممالک سے انتہائی موثر تحقیقی اور مستند رپورٹ آرہی ہیں تو ان کی Duplicate اشیاء کتنی حسن افزا ہونگی یہ قیاس کرنا بہت آسان ہے۔

پروفیسر نونزینگ زینگ کی تحقیق امریکن جنرل برائے وبائی امراض میں شائع ہوئی جس میں 1300 خاتون مریضوں پر طویل ریسرچ کے بعد پایا گیا کہ جو خواتین 20 سال یا زیادہ عرصہ سے بال رنگ رہی ہیں ان میں لمعاوی نظام میں پائے جانے والے کینسر کے امکانات 1 / 3 بڑھ جاتا ہے اور 25 سال سے گہرے رنگ استعمال کرنے والوں میں 2 / 3 امکانات بڑھ جاتے ہیں، اس مخصوص کینسر کے 54000 مریض امریکہ میں ہونگے جن میں سے 19000 کی موت واقع ہوجائے گی۔ (راشٹریہ سہارا اردو ۲۵ / جنوری ۲۰۰۴ /)

بیوٹی کریم اور لوشن جلد کیلئے خطرہ

لکھنؤ میں واقع انڈسٹریل ٹاکسیکولوجی ریسرچ سنٹر کے سائنسدانوں ڈاکٹر راجندر کمار ہنس، محمد فاروق، آر ایس اے اور آر، بی مشرا نے جو فوٹو بائیلوجی شعبہ سے منسلک ہیں

ہندوستان کی دس مختلف کمپنیوں کی لپ اسٹک اور آٹھ کریموں پر ریسرچ کے بعد آگاہ کیا کہ ان میں پائے جانے والے اجزاء سورج کی روشنی کے اثر سے متحرک ہوجاتے ہیں اور زہریلے اثرات پیدا کرنے لگتے ہیں، سورج کی شعاعوں کے اثر سے انکے کچھ اجزاء کو توڑ دیتا ہے وہ جلد کے ذریعہ جذب کرلئے جاتے ہیں، سورج کی روشنی میں موجود الٹراوائیلیٹ شعاعیں کریموں اور لپ اسٹکوں میں موجود کچھ اجزاء کو کھال میں جذب کرنے کے لائق بنادیتا ہے جہاں وہ خلیات Cells کو برباد کردیتی ہیں۔

اگست ۲۰۰۴/ میں پاگل گائے نام کی بیماری کے گایوں میں پھیلنے سے امریکی میک اپ انڈسٹری میں تہلکہ مچ گیا، کیونکہ تقریباً شیونگ کریم، شیمپو، کریم، سپرے (Spray)، لپ اسٹک، آنکھوں کی لائنرس میں چمک اور چکنائی کے لئے گائے کے مختلف اعضاء کا روغن ملایا جاتا ہے، خدشہ یہ تھا کہ اس ناقابل علاج بیماری کے جراثیم اس روغن اور کریم کے ذریعہ آنکھوں، زخموں یا مشام کے ذریعہ جسم میں داخل ہوسکتے ہیں، امریکی حکومت نے حکم دیا کہ اس روغن کے بجائے دوسرے روغنیات کا استعمال کیا جائے۔ (ٹائمس آف انڈیا ۲۸/ اگست ۲۰۰۴ء)

واضح رہے کہ ہندوستان میں امریکی سامان آرائش کی سالانہ درآمد تقریباً ڈیڑھ کروڑ ڈالر کی ہے، اور انہیں استعمال کرنا بہت معیاری اور مہذب ہونے کی دلیل مانا جاتا ہے۔

شیمپو: ماں کے پیٹ میں موجود بچوں کے دماغی بڑھوتری کیلئے نقصاندہ

امریکہ کی ہنس برگ یونیورسٹی کے ڈاکٹر ایلیس آزن مین نے اپنی تحقیق کے نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ شیمپو اور باڈی لوشن کے استعمال سے حاملہ عورت کے رحم میں موجود بچہ کے دماغ کے اس حصہ کو متاثر کرسکتا ہے جو دوسرے خلیوں Cells کے ساتھ رابطہ کا کام کرتا ہے، یہ اثر شیمپو اور لوشن میں پائے جانے والے خصوصی کیمیائی مادہ M.I.T کی وجہ سے ہوتا ہے، فی الحال چوہوں پر تجربات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ ایم آئی ٹی مادہ کا ہر

روزاستعمال انسانوں میں بھی مضر ثابت ہوسکتا ہے۔(اردوراشٹریہ سہارا،۸/جنوری ۲۰۰۵/)

ادویہ میں ملاوٹ اور مصنوعی ہونے کا معاملہ سب سے سنگین ہے، اور ہمارے ملک میں یہ جرم بہت ہی عام بھی ہے، تقریباً ہر اچھی دوا کا نقلی برانڈ دستیاب ہے، تمام بڑی کمپنیوں کے برانڈ دستیاب ہیں، اس کے علاوہ جدید ادویہ سے متعلق یہ بات بہت اہم ہے کہ کیونکہ یہ نسبتاً بہت نئی سائنس ہے اس میں ادویہ جلدی سے مارکیٹ میں آجاتی ہیں کچھ عرصہ بعد ان کے مضر صحت بلکہ مہلک اثرات کا علم ہوتا ہے۔

حال ہی میں جوڑوں کا درد دور کرنے والی دواؤں اور عام نزلہ زکام میں استعمال ہونے والی دواؤں، ڈی – کولڈ، وکس ایکشن 500، actifed وغیرہ کے خلاف رپورٹ آنے پر ان کی فروخت پر امریکہ میں پابندی عائد کردی گئی ہے، ہندوستان میں بھی پابندی لگائی جارہی ہے، مگر 2 نمبر میں سب چلتا ہے، جیسا کہ ماقبل میں پابندی شدہ ادویہ جو بنگلہ دیش تک میں نہیں مل رہی ہیں مگر ہمارے یہاں بن رہی ہیں، کل ملا کر دیکھا جائے تو معاملہ بہت نازک اور سنجیدہ ہے، مگر مفاد پرست بااثر گروہ کی سرپرستی کی وجہ سے مسئلہ کو وہ اہمیت نہیں دی جارہی ہے جو اہمیت دی جانی ضروری ہے، مسئلہ کی جڑ میں بنیادی طور پر دو باتیں ہیں:

(۱) خدابیزار طرز فکر وطرزِ زندگی۔　　(۲) مادہ پرستانہ طرز فکر وطرز زندگی۔

جب انسانوں کے ذہنوں میں دن رات یہ بات بٹھائی جارہی ہے کہ دنیا کو زیادہ سے زیادہ بھگتنا یا برتنا یا Enjoy کرنا ہی اصل مقصد حیات ہے، کل کس نے دیکھا ہے، کامیاب وہی ہے جو دنیا کے اسباب وسائل کو زیادہ سے زیادہ صرف کر سکے، عزت والا وہی ہے جس کے پاس زیادہ سے زیادہ اسباب ہیں، پھر انسان میں اللہ نے ایک فطری داعیہ رکھا ہے اپنے تشخص اور انفرادیت کے اظہار کا، اپنے آپ کو نمایاں کرنے کا، خواتین میں خصوصاً یہ فطرت زیادہ مضبوط ہوتی ہے، انہیں فطری داعیات Instincts کا استیصال یہ انسانیت کے دشمن لالچی گروہ کرتے ہیں، زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد فائدہ اٹھانے، نفع کمانے کا بہترین طریقہ ملاوٹ اور نقلی مال کی پیداوار ہے، عورتوں میں قدرتی

طور پر جمالیاتی حس اوراس کے تحفظ اور دکھاوے کے جذبہ کا استیصال انہیں رنگا رنگ کے اشیاء آرائش وزیبائش کے ذریعہ کیا جارہا ہے، جانکاروں کا کہنا ہے کہ سب سے زیادہ نفع سامانِ میک اپ میں ملتا ہے، اوسطاً ان کی قیمت کا22—30 فیصد لاگت آتی ہے باقی 70 فیصد نفع ہوتا ہے۔

اس طرح کے ہوشربا حالات سے مقابلہ کیلئے انفرادی اوراجتماعی طور پر منظم اور مستقل جدوجہد کی فوری ضرورت ہے اس جدوجہد کے دومحاذ ہیں:

۱—**فوری اقدامات**: ان اقدامات کے تحت وہ کام کرنے ہیں جن کے ذریعہ پہلے سے موجود قوانین کا نفاذ ہو سکے، رضا کارانہ طور پر مہم چلائی جائے، ملاوٹی اور نقلی مصنوعات کا کاروبار کرنے والوں اوران کو تحفظ دینے والے سرکاری عملہ کے خلاف مہم چلائی جائے۔

۞ سبزیوں اور پھلوں کو خوب اچھی طرح دھوئے بغیر نہ استعمال کیا جائے، بعض ماہرین کی رائے ہے کہ استعمال سے پہلے گرم پانی سے ضرور دھولیں۔

۞ مصالحہ وغیرہ کوشش کریں کہ سیل بند پیکٹوں والے خریدیں، بہتر یہی ہے کہ ثابت مصالحہ لیکر MIxer Grinder میں باریک کرلیں، اتنا ہی کرنے سے کم سے کم 50 فیصد ملاوٹ سے بچا جاسکتا ہے۔

۞ کھانے پینے کی اشیاء کو اسٹور کرنے کے لئے عمدہ غیر استعمال شدہ پلاسٹک کے برتن خریدیں، خاص طور سے ٹفن وغیرہ یا کھانا گرم رکھنے کے برتن غیر معیاری نہ خریدیں۔

۞ ڈبہ بند غذائی اشیاء خصوصا جو پلاسٹک کے برتنوں میں ہوں وہ نہ خریدیں، یونہی بھی ڈبہ بند غذا کا استعمال عادتاً نہ کریں، مجبوری میں ہی کریں۔

۞ دودھ کی خریداری بہت معتبر دودھ والے سے ہی کریں، اس میں لاپرواہی نہ کریں، خصوصاً چھوٹے بچوں اور حاملہ خواتین کے لئے بہت مضر ثابت ہوسکتا ہے۔

۞ کوشش کر کے ممکن ہو تو گھروں میں کچن گارڈن کے ذریعہ موسمی سبزیاں اگانے پر بھرپور توجہ دیں، لوکی، کدو، توری، ٹماٹر، دھنیا، پودینہ، لہسن، گاجر، ادرک، سیم آسانی سے اگائی جاسکتی ہیں۔

۲ــ اس اللہ کا تصور بیدار اور زندہ کیا جائے جو ہر جگہ موجود ہے اور ہر وقت دیکھ رہا ہے، انسانوں کی سوچ کو مادہ پرستانہ کے بجائے خدا پرستانہ بنایا جائے، وہ شعور پیدا کیا جائے کہ ''خلیفۂ ثانی عمر فاروق کے زمانہ کی طرح دودھ فروخت کرنے والے کی لڑکی بھی کہہ اٹھے کہ عمر نہیں دیکھ رہا ہے تو کیا عمر کا خدا تو دیکھ رہا ہے'' اس شعور کی عمومی بیداری کے بغیر فکر وعمل کے کسی بھی فساد کا مقابلہ ممکن نہیں ہے، اس سلسلے کی کمزوری کی قیمت ہمیں دنیا وآخرت دونوں میں خسارے اور فساد کی صورت میں ادا کرنی ہوگی۔

اللہ کی لعنت

ابوالطفیل (عامر بن واثلہ) رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کو خاص کر کے کوئی ایسی چیز بتائی جو تمام لوگوں کو نہ بتائی ہو؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خاص کر کے کوئی ایسی چیز نہیں بتائی جو اور لوگوں کو نہ بتائی ہو، مگر میری تلوار کے نیام میں ایک پرچہ ہے پھر ایک پرچہ نکالا جس میں یہ لکھا تھا:

''اللہ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے، اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو زمین کے نشان کو چرا کر مٹا دیوے، اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے، اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو دین گھڑنے والے کو پناہ دے۔ (الادب المفرد)

فتاویٰ

انتخاب وترتیب: عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

موبائل کی دکان میں مختلف کاموں کی آمدنی کے احکام

سوال... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک جامع مسجد ہے، مسجد سے کچھ فاصلے پر بازار میں اسی مسجد کی ایک دکان ہے، جو میں نے کرایہ پر لی ہوئی ہے اور میں لوگوں کو موبائل میں گانے، فلمیں، نعتیں، قرآن پاک کی تلاوت اور بیانات وغیرہ بھر کر دیتا ہوں اور ساتھ ساتھ موبائلوں کی مرمت اور خرید وفروخت بھی اور فون ریچارج بھی کرتا ہوں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ ان سب چیزوں کی کمائی میرے لیے کیسی ہے؟ اور اس سے مسجد کو کرایہ ادا کرنا کیسا ہے؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں راہ نمائی فرمائیں۔

جواب... واضح رہے کہ گانے اور فلمیں ڈاؤن لوڈ کرنا (بھرنا) جائز نہیں اور ان سے حاصل شدہ آمدنی حرام ہے، البتہ نعتیں، قرآن مجید کی تلاوت اور بیانات وغیرہ کی آڈیو اور ایسی ویڈیو، جس میں کسی جان دار کی تصویر نہ ہو، ڈاؤن لوڈ کرنا جائز ہے اور اس سے حاصل شدہ آمدنی بھی حلال ہے اور ایسی ویڈیو، جس میں کسی جان دار کی تصویر ہو، اس کا ڈاؤن لوڈ کرنا اور دیکھنا جائز نہیں اور اس سے حاصل شدہ آمدنی بھی ناجائز ہے، باقی موبائلوں کی مرمت، ان کی خرید وفروخت اور ریچارج کا کاروبار جائز ہے، لہٰذا اس سے حاصل شدہ آمدنی بھی حلال ہے۔

مذکورہ دکان کی آمدنی سے آپ مسجد کو کرایہ دے سکتے ہیں، کیوں کہ آپ کی غالب آمدنی حلال ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ مسجد کو کرایہ آپ حلال آمدنی والے حصے سے دیں اور جو کاروبار حرام ہے اس کو چھوڑ دیں، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کے حلال کاروبار میں برکت عطا فرمائیں گے۔

بیٹی کی رخصتی کا مسنون طریقہ

سوال... کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فدوی کی بیٹی کا رشتہ آیا ہوا ہے، عام طور پر ہر کوئی اپنی بیٹی کو شادی ہال سے رخصت کرتا ہے، مجھے کسی نے مطلع کیا ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ اپنی بیٹی کو خود جا کر اپنے ہونے والے داماد کے گھر چھوڑ کر آنا چاہیے۔

ازراہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی جواب عنایت فرمائیں۔

جواب... کتب حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی کے موقع پر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا تھا، لہٰذا مناسب اور پسندیدہ طریقہ تو یہی ہے کہ خود لڑکی کے سرپرست یا گھر کی خواتین اسے لڑکے کے گھر پہنچا دیں، البتہ اگر لڑکے کی طرف سے کچھ افراد آ کر لڑکی کو رخصت کروا کر لے جائیں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، لیکن بہرصورت خلاف شرع رسوم ورواج سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے۔

طبہ جمعہ کے دوران چندہ کرنا

سوال... کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ جامع مسجد میں خطبہ کے دوران مسجد کے لیے چندہ کیا جاتا ہے اور اسی دوران لوگوں کی توجہ خطبے کے بجائے چندہ کی طرف ہوتی ہے، حالاں کہ حدیث شریف میں تو خطبہ کے دوران بات کرنے والے کو منع کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔

جواب... واضح رہے کہ خطبہ کے دوران خطبہ سننے کے علاوہ کوئی دوسرا کام کرنا جائز نہیں، خواہ چندہ لینا یا دینا ہو، لہٰذا مسجد کی انتظامیہ کو چاہیے کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے یا نماز کے بعد چندہ کرنے کی ترتیب بنا لے اور خطبہ کے دوران چندہ کرنے سے بچا جائے۔